A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London UK

ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:87 ماہ مارچ 2020ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE LONDON SW17 0PW
(M) 0044-7886-304637, 0044-2089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk ranarazzaq52@gmail.com

ऊर्दू अदब का अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन जो लंदन से प्रकाशित होता है ۔ اُردو ادب کا بین الاقوامی میگزین جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

(والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست۔ رپورٹ امجد مرزا امجد۔ ملاحظہ فرمایں صفحہ 21 پر)

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

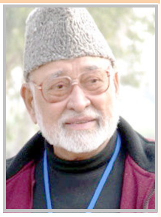

بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا ، عبد القدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے ، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا ۔بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کردیا جائے گا۔مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔قندیل ادب اکثر مما لک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کردیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہئے۔ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

تکبراور توہین ہمارا قومی شعار ہے	رانا عبدالرزاق خان	4
اسلام آباد بار کونسل میں غنڈوں کا راج؟	اے آر خان	6
غزلیات: مسعود چودھری، اسحاق وردگ، ارمان عباس، اَسد رضا سحر، اسد ہاشمی، اشراق احمد، اشرف کمال ندوی، اعجاز عزائی، میجر اعظم کمال، اعظم نصر، افضل ہزاروی، افتخار شاہد ابوسعد، اکرام الحق اورنگ، اقبال شارب، اقبال شیدائی، اقبال طارق، الیزبتھ مونا، میر اللہ بخش تسنیم، ایس ایم تقی حسین، صابر ظفر، مینا کماری، شائق نصیر پوری، منور کنڈے، گل بخشالوی، ایم اے گلشن لودھراں، ظفیل عامر، منظر بھوپالی، محسن بھوپالی، اعظم نوید، عامر حسنی ، عاصی صحرائی، ساجد محمود رانا، شہزادہ مبشر، ڈاکٹر منور احمد کنڈے۔		7 تا 15
عمران خان مجموعہ اغلاط	میجر محمود احمد لندن	16
کیا ایران اکیلا بھگتے گا	ادارہ	18
قوم کا مخلص اور دیانتدار حکمران سلطان قابوس	جاوید چوہدری	19
غزل	فرزانہ فرحت	20
والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست	رپورٹ امجد مرزا امجد	21
جنگ کا خطرہ	ادارہ	22
جستہ جستہ	عطاء القادر طاہر	23
مفیدی ٹوٹکے	سردار فضل عمر ڈوگر	25
غزل	عبدالجلیل عباد جرمنی	26
الحمداللہ	محمد طارق صفدر لندن	27
قائداعظم محمد علی جناح	وسعت اللہ خان	28
تعارف۔امجد مرزا امجد	امجد مرزا امجد	30
قبر۔ساغر صدیقی	اقبال طارق	31
علامہ اقبال اور حب الوطنی	ڈاکٹر احمد علی جوہر	35
انسانیت کا قتل عام	اعظیم نوید، کنیڈا	38
عبدالکریم آدم چغتائی	کامران احمد	39
حقیقت میں	مشتاق احمد یوسفی	41
غزل	ر۔م۔رامش جرمنی	42

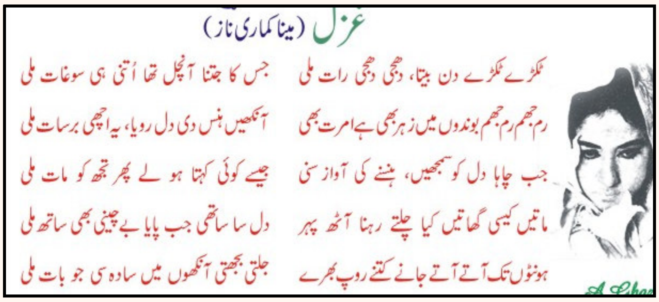

تکبر اور توهین همارا قومی شعار هے

اداریہ: رانا عبدالرزاق خان لندن

کسی چیز کی توہین کرنا، اللہ کی ناشکری کرنا ہمیشہ ہمارا قومی شعار رہا ہے۔ جہالت میں یہ گھرے ہوئے لوگ اس دھرتی ماں پر توہین کا نشان ہیں۔ ناسمجھ اور ناعاقبت اندیش لوگ ہیں یہ۔ ہندوستان میں اسلام آیا تو ہندومت نے اسے توہین جانا۔ جب ہندوستان پر بیرونی حملہ آوروں نے حملہ کیا اور عرصہ دراز تک حکومت کی تو ہندوستانی قوم ہی کی توہین ہوئی۔ اور ہندوستانی عوام کے حقوق کی بھی توہین ہوئی۔ انگریز نے تو بالکل توہین کی انتہا کر دی۔ ۱۸۵۷ کے بعد تو مسلسل توہین جاری رہی جس کی بہت ہی طویل تاریخ ہے۔ پھر ۱۸۶۴ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔ جس سے علم کے فروغ کی بجائے فرقہ پرستی اور کفر سازی کو ترویج ملی۔ علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی گئی تو سرسید کو کافر گردانا گیا اس کی بھی توہین ہوئی۔ پھر اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو جو کہ پہلے بقول ڈاکٹر اسرار احمد علماء کی آنکھ کا تارا تھے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول اسلام کے فتح نصیب جرنیل تھے۔ ان کے مقابل علمائے سُو نے جب اپنی دوکانیں بند ہوتی دیکھیں تو انہیں کافر گردانا گیا۔، ان کی بھی توہین کی گئی۔ ۱۹۰۶ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد علی جناح دوقومی نظریہ لے کر میدان میں آدھمکے۔ پھر ان کو بھی کافر کہا گیا۔ اس کی بھی توہین ہوئی علامہ اقبال نے شکوہ جواب شکوہ لکھا تو وہ بھی کافر ٹھہرے۔ اس کی بھی توہین ہوئی قائداعظم مسلمانوں کی حرکات سے مایوس ہو کر لندن چلے گئے۔ مولانا عبدالرحیم درد نے اُن کو انڈیا واپسی کے لئے قائل کیا تو کانگرس کی توہین ہوگئی۔ وہ لندن گول میز کانفرنسز ہوئیں۔ جس میں گاندھی جی محمد علی جناح اور علامہ اقبال، سرظفراللہ خاں نے بھی شرکت کی۔ اس دوران انڈیا میں بریلوی اور دیوبندی فتاویٰ کا بول بالا رہا۔ باہم تکفیری جنگ جاری رہی اسلام کا نام بدنام ہوتا رہا۔ اسلام کی بھی توہین ہوئی ۱۹۴۰ میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی۔ اس پر علمائے سُو کی بھی توہین ہوئی۔ ۱۹۴۵ میں مطالبہ پاکستان کے لئے پنجاب میں مسلم لیگ نے انتخاب جیتے۔ اور اس وقت دیوبند بریلی، جمیعت العلمائے ہند کے سربراہ ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، نے دوقومی نظریئے کی مخالفت اور توہین کی۔ جمیعت احرار کے عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے چپڑاسی کا نام قائداعظم رکھا۔ اور پاکستان کو پلیدستان کے نام سے پکارا۔ نعوذ باللہ۔ اسلام کی بھی توہین ہوئی۔ اور جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کے چیلے مولانا مظہر علی اظہر نے قائداعظم پر پھبتی کسی۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا - یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافرِ اعظم

تکبر اور توہین ہمارا شیوہ تھا اور اب تک ہے۔ مودودی صاحب نے بھرپور مخالفت کرتے ہوئے خوب ہرزہ سرائی کی اور سب مذہبی جماعتوں نے پاکستان کی گاندھی اور نہرو کی راہنمائی میں مخالفت کر کے کانگرس کا خوب حقِ نمک ادا کیا۔ مسلم لیگ کے سب ممبران کی توہین کی بھی گئی۔ پاکستان سے کھلم کھلا غداری کی گئی۔ اور جب پاکستان بنا تو پھر ساری مذہبی جماعتیں بڑی ڈھٹائی سے اپنے ہی افکار کی توہین کرتے ہوئے اپنے مفادات کی خاطر اسی مملکت خداداد میں آکر پناہ لی۔ پھر توہین کا ایک دوسرا باب شروع ہوا۔ امریکہ سے دوستی بڑھا کر روس کی توہین کی گئی۔ وزیراعظم لیاقت علی خان کو قتل کر کے اس کی خدمات کی توہین کی گئی۔ ۱۹۵۳ میں مخالف وطن جماعتوں نے اپنا قد بڑھانے کے لئے آئینِ پاکستان کی توہین کی تو مارشل لاء لگوایا۔ تاریخ پاکستان کے مسلمہ ہیرو اور قرارداد پاکستان کے مصنف سرظفراللہ خان کی توہین اور اس کے استعفیٰ کے مطالبے آئے۔ مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی کی سزا ہوئی جو بعد ازاں معاف کر دی گئی اور انصاف کی توہین کی گئی۔ اکتوبر ۱۹۵۸ میں آئین کی توہین کرتے ہوئے جنرل ایوب خان نے میر جعفر کے پوتے سکندر مرزا کی توہین کر کے ملک بدر کر دیا۔ پھر خاتون اوّل فاطمہ جناح کی توہین انتخابات ۱۹۶۲ میں کر دی گئی۔ علمائے سُو جماعت اسلامی نے تو بہت کوششیں کیں مگر بے سود ثابت ہوئیں۔ ۱۹۶۵ کی جنگ میں فتح جن ہیروز کے ذریعہ فتح حاصل ہوئی اُن جنرلز کی خدمات کی توہین کی گئی۔ جن میں جنرل اختر ملک، عبدالعلی ملک سرفہرست رہے۔ ۱۹۶۸ میں پھر قانون پاکستان کی توہین کی گئی۔ عنان اقتدار جنرل یحییٰ خان شرابی کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ ۱۹۷۰ میں جنرل یحییٰ خان نے انتخاب کروا کر مارشل لا کی توہین

کردی۔ بلکہ سب علمائے پاکستان کی توہین کروادی۔ سب بھٹو سے شکست کھا گئے۔ ۱۹۷۱ میں ساری قوم کی ذلت آمیز شکست سے ساری قوم کی رُسوائی ہوئی۔ اور جنرل رانی کو عزت بخشی گئی۔ جنرل یحییٰ نے اپنی تذلیل کے ساتھ بنگال کی بھی توہین کردی۔ جو کہ بہت ہی بڑی توہین تھی۔ بنگلہ دیش بننے کے موقع پر جب اندرا گاندھی نے دوقومی نظریئے کو بحر ہند میں پھینکنے کا بیان دیا تو مفتی محمود نے پاکستان کی یہ کہہ کر توہین کردی کہ شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے۔ اب اس کا بدنام زمانہ بیٹا خود کو اسلام اور پاکستان کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے۔ پھر یوں ہوا کہ بھٹو کو تخت ملا تو اس نے کھوکھلے نعروں سے سبز باغ دکھائے۔ پاکستان کا واحد سول مارشل لاء انڈمنسٹریٹر تھا ہی۔ یہ عہدہ ہی سول معاشرے کی توہین تھا۔ اس نے ساری اُمت مسلمہ کا لیڈر بننے کی ٹھان لی۔ اور احمدیوں کو قربانی کا بکرا ٹھہرا لیا۔ ۱۹۷۴ میں شاہ فیصل کے کہنے پر اور علمائے سُو کے ساتھ ملکر احمدیہ جماعت مسلمہ کی توہین کی ناکام کوشش کی اور یہ دونوں مرزا صاحب کے الہام (انی مھین من ارادا اہانتک) خدائی تلوار کا شکار ہوئے۔ اور انہیں بہ یک جنبش قلم اسلام سے نکال باہر کیا جیسے کہ اسلام اس کے باپ کا تھا۔ احمدیوں کو شہید کروایا گیا۔ ان کے کاروبار، اور گھر تک جلائے گئے۔ اور پھر ۱۹۷۷ میں انتخابات کی توہین کی گئی۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ کو جنرل ضیاء الحق نے جمہوریت کو روندتے ہوئے آئین پاکستان کو منسوخ کردیا اور نوے دن کے لئے مارشل لا لگا کر گیارہ سال مردمومن بننے کی ناکام کوشش کی۔ خودساختہ اسلام کے نفاذ کی کوشش کرتا رہا۔ علم جو میراث انبیاء ہے اور طالب علم کے لئے فرشتے پر بچھاتے ہیں اسی علم کی عظیم خدمت پر جب عالم اسلام اور پاکستان کا اکلوتا نوبل انعام ڈاکٹر عبدالسلام کو ملا تو علمائے سُو نے توہین کی۔ اور اس نوبل انعام کی بھی توہین کی گئی۔ ۱۹۸۴ میں نام نہاد مردِ مومن نے اسلام کی رواداری اور حقوق انسانی کی پھر توہین کی۔ ایک رُسوائے زمانہ آرڈیننس جاری کر کے احمدیوں کی زندگی اجیرن کردی گئی۔ پھر وہ خدائی جماعت سے ٹکر کی پاداش میں آگ کا ایندھن بنا۔۔ پھر مردمومن نے امریکہ اور سعودیہ کے اشارے سے جہاد کی توہین کردی۔ روس سے جنگ شروع کر کے پاکستان کو ترقی معکوس اور دہشت گردی کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ہیروئن اور کلاشنکوف کو عزت دے کر اسلام اور مسلمانوں کی توہین کردی گئی۔ ۱۹۸۸ میں پھر جب جمہوریت پلٹنے پر پی پی پی کی حکومت آئی تو فوج نے آئی جے آئی بنا کر جمہوریت کی توہین کی۔ ۱۹۹۰ میں نواز شریف کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اور جمہوریت کی توہین کی گئی۔

۱۹۹۹ میں پھر جمہوریت کی توہین کر کے فوج نے مارشل لا لگا دیا کیونکہ کارگل میں پاک فوج کے مجاہدین کی توہین ہوئی تھی۔ اور نواز شریف کو ملک بدر کر کے جمہوریت کی توہین کردی گئی۔ پھر ۲۰۰۱ میں بذریعہ امریکہ سعودیہ نائن الیون کو مشرف نے اپنے آپ کو سرینڈر کر کے ساری قوم کی توہین کردی۔ مطلوبہ ہوائی اڈے امریکہ کو دے کر قوم کی اور فوج کی بھی توہین کردی۔ ملاں نے طاقت کے نشے میں آ کر۔ لال مسجد میں بیٹھ کر اقتدار قابو کرنے کا ملاں عبدالعزیز نے ڈرامہ رچایا۔ جب مشرف نے فوج کشی کی، تو برقع پہن کر ملاں نے داڑھی کی توہین کردی۔ ۲۰۰۷ میں عدلیہ کی توہین شروع ہوئی۔ پھر این آر او کی آڑ میں وردی کی توہین کی گئی۔ پھر دختر مشرق کی جان لے کر جمہوریت کی توہین کردی گئی۔ انتخابات کے بعد صدر پاکستان کے عہدے پر مسٹرٹن پرسنٹ کو بٹھا کر اس عہدے کی تذلیل و توہین کی گئی۔ ۲۰۱۳ میں نواز شریف کو پاکستان کے سیاہ وسفید کا پھر مالک بنا کر عوام و ملک کی توہین کی گئی۔ اس نے لوٹ مار کا وہ بازار گرم کیا کہ بچا کھچا ملک بھی کنگال کر کے رکھ دیا۔ عدلیہ کو بے لگام کر کے عدل فاروقی کی توہین کردی گئی۔ ہر ادارے کو بے لگام چھوڑ دیا گیا۔ تعلیم اور صحت کی بجائے اورنج ٹرین آ گئی کیونکہ اس میں مال کمایا جا سکتا تھا۔ غریب مارا گیا اور مفاد پرست طبقہ منی لانڈرنگ کے ذریعے بیرون ممالک اثاثوں کا مالک بن بیٹھا۔ عوام کی توہین کر کے ساری قوم کے ہاتھ میں کشکول پکڑا دیا گیا۔ اب ایک کھلاڑی حکمران بن بیٹھا ہے۔ ملاں سے مرعوب ہے۔ ریاست مدینہ کا جھانسا دے رہا ہے لبرل اور مذہبی بھی بنتا ہے مگر فیل ہے۔ اقتصادی ترقی کا خواب دکھا رہا ہے۔ فوج کی کٹھ پتلی ہے۔ کشمیر کے لئے خاموش ہے۔ اقلیتوں کے لئے نام نہاد ہمدرد ہے۔ ہمارے ہر صدر اور وزیر اعظم نے ہمیشہ اپنے اس عہدے کی اور اسلام کی اپنے کردار سے توہین کی ہے۔ اسی لئے سارے عالم اسلام میں سب پاکستانیوں کی توہین ہوتی ہے اور یورپ میں تو ان کے وزراء کے کپڑے تک اُتروائے جاتے ہیں کیا۔ ہماری قوم کو عزت راس آتی ہی نہیں۔ نہ ہم مسلمان ہیں نہ پاکستانی۔ ہم اپنے کردار اور افعال سے آدھے تیتر آدھے بٹیر لگتے ہیں۔ کون سی برائی ہمارے لیڈروں میں نہیں۔ غداری ہماری شان ہے۔ مے خواری ہماری آن ہے، دو نمبری ہماری جان ہے، ملاوٹ ہماری اُٹھان ہے، مدرسہ ہماری پہچان ہے۔ لیڈر ہمارا خان ہے۔ کیسی ہماری شان ہے۔ یہی پاکستان ہے۔ بس اب اللہ ہی نگہبان ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسلام آباد بار کونسل میں غنڈوں کا راج؟

اے آر خان

اسلام آباد بار کونسل کا رُکن کوئی غیر مسلم نہیں بن سکتا۔زانی ،شرابی ، کرمنل ، ڈاکو ، قاتل ، نام نہاد مسلم، حریم شاہ کا عاشق ، اس بار کونسل کا ممبر بن سکتا ہے۔بار کونسل کا رُکن کوئی بھی غیر مہذب مسلمان ممبر بن سکتا ہے مگر کوئی بھی احمدی ممبر نہیں بن سکتا۔قرار دار پاس ہو چکی ہے۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔مذہبی منافرت کو ہوادی جارہی ہے۔ساری قوم جہالت کی گہرائیوں میں گر چکی ہے۔کہاں ہے اشرافیہ ،لبرل ،اورحقوق انسانی کے دعوے دار۔کیا اس ملک کو ملاں نے اغوا کر لیا ہے۔کوئی بھی شرابی ، راشی ، بچے باز ، فحاش ، مجرم ، دہشت گرد ، دونمبر ، نام نہاد مسلمان اس کا ممبر تو بن سکتا ہے مگر احمدی کو کوئی حق نہیں۔یہی وکلاء لوگ ، کالے کرتوت والے ، کالے کوٹ والے ، عدالتوں کو راشی بنانے والے ، انصاف فروش تو اس بار کے ممبر بن سکتے ہیں۔اور اسی طرح یہ تعصب اور نفرت سارے ملک کے سارے محکموں میں گھر کر چکی ہے۔ہم ہندو کو تعصب اور نفرت کا طعنہ دے رہے ہیں جبکہ خود ہم اسی تنگ راستے کے مسافر ہیں۔کبھی قانون پاس کیا جاتا ہے کہ وزیر اعظم اور صدر ، محتسب کوئی احمدی نہیں بن سکتا۔ملتان بار کونسل میں بھی یہ قرارداد پاس ہو چکی ہے۔ان کو دیکھا دیکھی آہستہ آہستہ سارے ملک میں اس آگ کو پھیلا دیا جائے گا۔اس طرح اس سنتِ ابلیس پر عمل درآمد ہو گا۔اور اسلام مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔پاکستان کے بانی کی ۔۱۱/ اگست ۱۹۴۷ کی تقریر پڑھ کر دیکھیں۔جو تمہارے نام نہاد مسلمانوں کا منہ چڑا رہی ہے۔پاکستان بنانے والے مر چکے۔پہلی کابینہ کے وزراء کے نام پڑھیں اور ان کے عقائد پر نظر ڈالیں۔کوئی احمدی ہے تو کوئی ہندو ، کوئی شیعہ ہے تو کوئی عیسائی۔اس ملک کو برباد کرنے والے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کے وقت کانگرس کا ساتھ دیا تھا۔یا ان لوگوں کی نسل میں سے ہیں یا ان کے مرید ہیں۔جو قائداعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو پلیدستان کہتے تھے۔اس بار کونسل کے ممبران کی رگوں میں ضرور ان ہندو نواز نسل کا خون گردش کر رہا ہے۔اپنے دشمن کو پہچانیئے۔دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔اور ہم ابھی تک دقیانوسی کے غار سے باہر نہیں آئے۔احمدی اس ملک کے معمار ہیں اور احمدی اس ملک کے محافظ تھے ، اور ہیں۔جنرل اختر ملک ، جنرل عبدالعلی ، افتخار جنجوعہ ، جنرل ناصر ، جنرل محمود الحسن ، جنرل اکبر ، ائر مارشل ظفر چوہدری ، جنرل نذیر ، جن کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے۔سول اور فوجی اداروں میں احمدیوں کی خدمات ان علمائے سُو کا باپ بھی نہیں ادا کر سکتا۔احسان فراموش اور ایمان فروش قوم اپنے زوال کے کنارے پر ساری کفار قوم کے آگے کشکول لئے کھڑی ہے۔امریکہ براستہ سعودیہ جب ملائشیا کانفرنس سے عمران خان کو جب دھمکی آتی ہے تو خان بھیگی بلی بن جاتا ہے۔یہ ہے قوم کی حالت ہے۔احمدیوں کا تو حمایتی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔اور وہ خدا بزرگ و برتر کو یہ نام نہاد مسلم پاکستانی قوم پہچاننے سے انکاری ہے۔علمائے سُو نے ہی سقوط بغداد کروایا تھا اور سقوط ڈھاکہ بھی اسی ملاں ذہن نے کروایا تھا۔مجھے ڈر ہے کہ اس قوم سے خدا ناراض ہو چکا ہے جو یہ قوم اپنی چھری سے خود اپنا گلا کاٹ رہی ہے۔کل جیو ٹی وی پر سینیٹر مصطفیٰ نواز کھوکھر نے ایک منصف بیان دیا ہے۔مظہر عباس اور سلیم صافی نے بھی مناسب بات کی ہے۔اگر ایسے معقول لوگ اس ملک میں قائداعظم کے اصولوں کو رائج کرنے کی ہمت کر لیں تو یہ ملک علمائے سُو کے ظلم سے بچ جائے گا۔مزید انتشار سے بچ جائے گا۔یہ ملک کسی اتاترک کا منتظر ہے۔اے اللہ تو اس قوم پر رحم کر۔آمین۔ ***

مودبانہ گزارش:: قارئین سے گزارش ہے کہ دسمبر ۲۰۱۹ ء سے تمام قارئین کا ماہانہ چندہ ختم ہو گیا ہے۔فی کاپی دو پونڈ اور بذریعہ ڈاک اگر ارسال کیا جائے تو تین پونڈ بن جاتے ہیں۔براہ کرم اس کی ادائیگی ضرور کریں۔اس کی تیاری کمپوزنگ ، ڈیزائننگ ، پرنٹنگ پر کافی اخراجات ہوتے ہیں۔اس لئے مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقم ارسال فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔جزاکم اللہ

HSBC London UK A/C 04726979
Sort Code 400500
رانا عبدالرزاق خان لندن (M) 0044-7886-304637, 02089449385

غزلیات

نعت
مسعودؔ چودھری

وہ محرمؑ وہ ہے رازداں آپؐ کا
خود خدا بھی تو ہے مدح خواں آپؐ کا
آپ بے مثل کردار ہیں یا نبیؐ
بحرِ اَخلاق ہے بیکراں آپؐ کا
آپؐ ہی سارے نبیوں کے سردار ہیں
آپؐ سالار ہیں کارواں آپؐ کا
آپؐ پر ہوں درود و سلام اے نبیؐ
حشر تک ذکر ہے جاوداں آپؐ کا
وقتِ معراج رستے میں سِدرہ تلک
تھا وہ جبریل سا پاسباں آپؐ کا
ایک تسکین ہے عاصیوں کے لئے
آشیاں آپؐ کا' آستاں آپؐ کا
ایک معدن ہے پیغمبری آپؐ کی
روئے انوار ہے گلستاں آپؐ کا
مُعتبر آپؐ کی نعت کہہ کر ہوا
ایک مسعودؔ بھی خوش بیاں آپؐ کا

ارمان عباس

جینے کی تمنا پہ چلاؤ کوئی آری
سانسوں پہ اذیت کا یہ اب بار ہے بھاری
بے رحم سہاروں میں ہے دم توڑتی جاتی
جو باغِ جہاں میں گئی رحمت تھی اُتاری
املاک کے مالک تو ذرا فرش پہ آ دیکھ!
لوٹے ہیں کئی بھوک نے یاقوت اُناری
باتوں کی اذیت سے مرے کان ہیں دکھتے
ترتیل سنائے مجھے قرآن کا قاری
ارمانؔ یہ غیرت کا جنازہ نہیں تو کیا ہے
سر ننگے ہے بازار میں افلاس کی ماری

اسحاق وردگ

اِس پار کا ہو کے بھی میں اُس پار گیا ہوں
اِک اِسم کی برکت سے کئی بار گیا ہوں
خیرات میں دے آیا ہوں جیتی ہوئی بازی
دنیا یہ سمجھتی ہے کہ میں ہار گیا ہوں
دروازے کو اوقات میں لانے کے لیے میں
دیوار کے اندر سے کئی بار گیا ہوں
مشکل ہے تجھے آگ کے دریا سے بچا لوں
اے شہر پشاور! میں تجھے ہار گیا ہوں
خوابوں نے جو اک کھیل بنایا تھا مرے دوست
اس کھیل میں تعبیر سے میں ہار گیا ہوں

اَسدرضا سحر

خود کو تشکیل کرنے والا ہیں
یعنی تبدیل کرنے والا ہوں
اپنے حصے کے آج ساغر میں
زہر تحلیل کرنے والا ہوں
دیکھ لو آج میں تری خاطر
اپنی تذلیل کرنے والا ہوں
بچے پھولے کہاں سمائیں گے
کل میں تعطیل کرنے والا ہوں
میں اندھیروں کے اس جہاں کو سحرؔ
شہر قندیل کرنے والا ہوں

اسد ہاشمی

ایسے بنتے ہیں وہ انجان خدا خیر کرے
جیسے تھی ہی نہیں پہچان خدا خیر کرے
اہل ایماں کو بھی نفرت بھرے فتوے دے کر
تم نے پہنچا دیا شمشان خدا خیر کرے
جھوٹ پر جھوٹ کہے جاتے ہیں کہنے والے
تھام کر گیتا و قرآن خدا خیر کرے
مجھ پہ ہنستے ہیں میرے تن کو برہنہ کر کے
مغربی فیشنی طوفان خدا خیر کرے
وہ جو آئے تھے میرے رزق میں برکت لیکر
گھر سے جاتے ہیں وہ مہمان خدا خیر کرے

اَشراق احمد

تم سے ملنے کی آرزو کرکے
گھر سے نکلے ہیں ہم وضو کر کے
چاند میں اس کے رُخ سی بات کہاں
ہم نے دیکھا ہے رُوبرو کرکے
دِل میں گنجائشِ رفو ہی نہیں
دیکھ لو تم بھی جستجو کرکے
اپنے سینے لگاؤ دشمن کو
یہ بھی دیکھو کبھو کبھو کرکے
اپنے دل سے یہ پوچھئے اِشراق
کیا مِلا اُس کی آرزو کرکے

اشرف کمال ندوی

بہت پر پیچ لگتے ہیں بہت پر خار لگتے ہیں
صداقت کے بظاہر راستے دشوار لگتے ہیں
ہماری کم نصیبی کے یہی آثار لگتے ہیں
ہم اپنے آپ ہی سے برسرپیکار لگتے ہیں
شب یلدا ہے شرمندہ تیری زلف پریشاں سے
حریف غنچۂ نو رس لب و رُخسار لگتے ہیں
جو دیکھے فن کی شادابی مرے حسرت سے کہتا ہے
جگر کے خون سے سینچے ہوئے اشعار لگتے ہیں
انہیں کے دم سے ہے قائم ہماری زیست کی زینت
طرحداری سے اشرفؔ بلبلِ گلزار لگتے ہیں

اعجاز عزائی

مجھے تُو اپنی حفاظت میں رکھ خدا میرے
مخالفت پہ اُتر آئے آشنا میرے
کبھی کبھی مرا ہونا مجھے بتاتا ہے
یہ کائنات مکمل نہ تھی بنا میرے
کڑے دنوں میں سگے بھائی ساتھ چھوڑ گئے
عجیب موڑ پہ بازو ہوئے جدا میرے
یہی حیات اگر ہے تو مجھ کو کہنے دو
گلے پڑی ہے بڑی دیر سے بلا میرے
ہوائے شہر عزائیؔ مرے خلاف سہی!
سو مرے بعد یہ چومے گی نقش پا میرے

میجر اعظم کمال

آنکھ کی جھیل سے نکال مجھے
میں تیرا عکس ہوں سنبھال مجھے
ذات سے اپنی میں نکل آیا
پھر نئے امتحاں میں ڈال مجھے
خاکداں گرد گرد ہو جائے
ایسی آتی ہے اک دھمال مجھے
جس قدر میں نے تجھ کو چاہا ہے
ہے اگر پیش کر مثال مجھے
فرش سے عرش تک ہوں میں اعظمؔ
اُس نے بخشا ہے یہ کمال مجھے

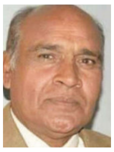

اَعظم نصر

اس بے کلی کا آپ کو کیا دوش دیں جناب!
مروا گیا ہے ہم کو فقط ذوقِ انتخاب
ہوتی نہیں ہے شام سے صبح سے شام
برپا ہوا یہ آپ کے ملنے سے انقلاب
ہوتے رہے ہیں خوار سبھی طالبانِ عشق
اس رہ گذر سے کوئی بھی لوٹا نہ کامیاب
رہ جائیں بن کے ہم بھی فقط داستانِ عشق
ہاتھوں میں کچھ نہ آئے اور قصے ہوں بے حساب
لینے دو آج رات نصرؔ پرسکون نیند
جھونکوں غموں کو آگ میں، یادوں کو زیرِ آب

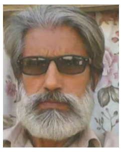

افضل ہزاروی

ہنستی آنکھ کا منظر بدلا
موسم میرے اندر بدلا
خاک بچھونا اپنایا ہے
آخر ہم نے بستر بدلا
میرے سر پہ چاندی اتری
تیرا چہرہ سندر بدلا
اور مصیبت آڑے آئی
جب بھی ہم نے رہبر بدلا
اِک پل آنکھ لگی تھی افضلؔ
آنکھ کھلی تو منظر بدلہ

افتخار شاہد ابو سعد

یاروں کو تو اس بات کا ادراک نہیں ہے
دھرتی سا تماشہ سر افلاک نہیں ہے
دریا کے کنارے کی طرح آنکھ ہے میری
یہ تیری جدائی میں تو نمناک نہیں ہے
پیوند لگے کپڑے مرے اپنے ہیں صاحب
یہ آپ کی اتری ہوئی پوشاک نہیں ہے
محفل میں کہی بات سرِ دار بھی کہہ ڈالے
بے بال ترا اتنا بھی بے باک نہیں ہے
غازہ ہے مسافت کا مرے چہرے پہ شاہدؔ
تم خاک سمجھ بیٹھے ارے خاک نہیں ہے

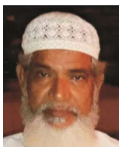

اِکرام الحق اورنگ

مہر گستر نہ سہی درپئے آزار تو تھا
کچھ نہ کچھ اُس سے تعلق مرا ہموار تو تھا
یوں کسی طور نہ تھا چاند کا ہمسر جگنو
ظلمتِ شب سے مگر برسرِ پیکار تو تھا
جسم کا جاں سے گزرنا بڑا دشوار سہی
وہ انا دارِ وفا پھر بھی سرِ دار تو تھا
یہ الگ بات کہ ہو زخم جگر کی صورت
میری تحویل میں اُس کا کوئی شہکار تو تھا
مثلِ گل رنگ مگر اس کا پریدہ تو نہیں
مجھ کو تسلیم کہ اورنگؔ وہ اک خار تو تھا

اقبال شارب

بے جا سی حسرتوں نے تماشہ کیا مجھے
خود میری وحشتوں نے ہی رسوا کیا مجھے
جب دسترس میں تھا تو نہ کی لطف کی نگاہ
پھر ساری عمر لوگوں سے پوچھا کیا مجھے
اس دور میں دروغ نے پایا ہے کیا فروغ
گو حق پہ تھا میں جھوٹوں نے جھوٹا کیا مجھے
اکثر جو حکمراں ہیں وہ موذی سرشت ہیں
مالک ہی کیسے دور میں پیدا کیا مجھے
شارب عجب سکون ہے جب سے سنا ہے یہ
عارض پہ دھر کے ہاتھ وہ سوچا کیا مجھے

اقبال شیدائی

بکھرے دانوں کو عطا تنظیم کرتے جائیں گے
اِتحاد و امن کی تعلیم کرتے جائیں گے
وہ سُناتے جائیں گے ہر دن نئی ہم کو سزا
سر جھکا کر ہم اُسے تسلیم کرتے جائیں گے
آپ نے چھوڑے ہیں جتنے بھی ادھورے کام سب
سلسلے سے اُن کی ہم تتمیم کرتے جائیں گے
خیر کی لاٹھی ہمارے ہاتھ میں ہے اس سے ہم
شر کے نیزوں کو سبھی دو نیم کرتے جائیں گے
جب تلک اقبال شیدائی ہے ہاتھوں میں قلم
ہم صحیفے پیار کے ترقیم کرتے جائیں گے

اِقبال طارق

درد سے یار چیخ اُٹھے ہیں
سرِ بازار چیخ اُٹھے ہیں
تُو کہانی میں کیوں ہوا شامل
سارے کردار چیخ اُٹھے ہیں
چُپ ہیں مظلوم زخم کھا کر بھی
تیر و تلوار چیخ اُٹھے ہیں
خود ہی آ اور آکے دیکھ ذرا
تیرے شہکار چیخ اُٹھے ہیں
میرے دامن میں آئے جب طارقؔ
پھول اور خار چیخ اُٹھے ہیں

الیزبتھ مونا

نہ مسجدوں کی بات کر، نہ بُت کدوں کی بات کر
خدا کو ڈھونڈ ھنا ہو گر، تو غمزدوں کی بات کر
بشر بشر میں فرق کیا ، ہر اِک ہے بندۂ خدا
ہے عرش اِک، ہے فرش اِک، نہ سرحدوں کی بات کر
جو چھاؤں بھی نہ دے سکے، شجر بھی کیا شجر ہے وہ
تلاش ہے جو چھاؤں کی، تو برگدوں کی بات کر
خمارِ عشق میں بھی ہے، نشہ ہے رنج و غم میں بھی
جنوں میں بھی ہیں مستیاں، نہ مے کدوں کی بات کر
جو ٹھان لی ہے دل میں تو، فلک کو موناؔ چھو کے دیکھ
ملیں تجھے جو راہ میں ، نہ ان حدوں کی بات کر

ایس، ایم، تقی حسین

اس شوخ کی تصویر ہے اور خاکہ گری ہے
یہ میرا جنوں ہے میری آشفتہ سری ہے
آ تجھ کو بتاؤں کہ یہ پندار ہی خود کو
مصلوب چمن کرنے کی شوریدہ سری ہے
کل پھول کھلے جتنے تھے سب قتل ہوئے ہیں
کیا کلیوں کا جینا ہے کوئی شب بسری ہے
اے خوابِ تراشیدہ کے بکھرے ہوئے ریزو
آنکھوں میں وہی صورت تصویر گری ہے
اِک شہر خموشاں ہوں یا زندہ کوئی لاشہ
اور دھوپ جلانے کو چتا سر پر بھری ہے

میر اللہ بخش تسنیم

فضا میں گھومتی ہوئی، نشے میں جھومتی ہوئی
پہاڑیوں کی اُونچی چوٹیوں کو چومتی ہوئی
وہ دیکھو آ گئی گھٹا، فلک پہ چھا گئی گھٹا
لو دیکھتے ہی دیکھتے گہر لٹا گئی گھٹا
ہوا میں کیا شرابِ ناب ہے ملا گئی گھٹا
کہ مست سب کو دم زدن میں ہے بنا گئی گھٹا
گھٹا کے فیض سے ہوا سرور بیز ہوگئی
اور آب و تابِ حسن کائنات تیز ہوگئی
درخت ایک دوسرے کو ہیں گلے لگا رہے
یہ دن ہے ان کی عید کا، یہ عید ہیں منا رہے
وفور انبساط سے ہیں وجد میں جو ڈالیاں
تو سبز سبز پتیاں بجا رہی ہیں تالیاں
وہ دیکھو کھیت کی طرف کسان ہے وہ جا رہا
دہاتیوں کی لے میں ہے رسیلے گیت گا رہا
وہ جھولا چند لڑکیاں جھلا رہی ہیں باغ میں
مزے گھٹا کی سیر کے اُڑا رہی ہیں باغ میں
اِدھر بھی دیکھئے یہ کون ہیں کنارِ آب جو
یہ رند میگسار ہیں، یہ جام ہے، وہ ہے سبو
نہا رہے ہیں طفل مل کے شور ہیں مچا رہے
خوشی میں مست ٹوٹے پھوٹے گیت بھی ہیں گا رہے
ہیں شور وادیوں میں مست ندیاں مچا رہیں

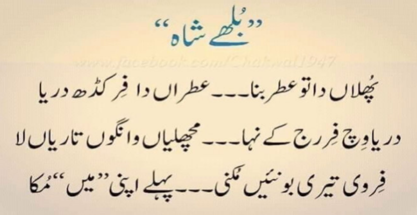

صابر ظفر

چلی گئی جو ہماری دعا اندھیرے میں
خیال تھا کہ ہے شاید خدا اندھیرے میں
ہم ایک دوسرے کو روشنی سمجھتے تھے
یہ کھیل آنکھ مچولی کا تھا اندھیرے میں
کبھی کبھار اُجالا بھی راہ میں دیکھا
وہ پیش رو تو زیادہ چلا اندھیرے میں
تماش بینوں کی مایوسی ہو گی قابلِ دید
کہ ہو بھی جائیں اگر ہم فنا اندھیرے میں
یہ اور بات کہ ساکت ہیں دونوں اپنی جگہ
قدم اُجالے میں اک،دوسرا اندھیرے میں
ہمیں تو کچھ بھی سجھائی نہیں دیا کسی جا
وجود اندھیرے میں یا غیب تھا اندھیرے میں
جہان سے کوئی اُٹھا تھا روشنی کی طرح
نجانے کیوں تمھیں رکھا گیا اندھیرے میں
ہم آسماں سے ستارے اتار لائے تھے
وہ ایک بار ہوا تھا خفا اندھیرے میں
جسے ہمیشہ اُجالے میں اجنبی پایا
وہی ہمیشہ ہوا آشنا اندھیرے میں
مرے خیال کی ہر اوٹ میں تھا نور اس کا
چمکتا وہ، جو اسے سوچتا اندھیرے میں
ہمارے ساتھ چلے جو،وہ کون ایسا ہے
بنائیں کس کیلئے راستہ اندھیرے میں
یزیدِ عصر نے اندھیر ہے مچایا ہوا
ہر ابتدا کی طرح انتہا اندھیرے میں
نگل چکی شبِ ظلمت نجانے کس کس کو
نجانے کتنا لہو بہہ چکا اندھیرے میں
وہ راستہ جو ملا ہم کو روشنی میں ظفر
جہاں وہ ختم ہوا، کھو گیا اندھیرے میں

مینا کماری

چاند تنہا ہے آسماں تنہا
دل ملا ہے کہاں کہاں تنہا
بجھ گئی آس چھپ گیا تارہ
تھرتھراتا رہا دھواں تنہا
زندگی کیا اسی کو کہتے ہیں
جسم تنہا ہے اور جاں تنہا
ہم سفر کوئی گر ملے بھی کہیں
دونوں چلتے رہے یہاں تنہا
جلتی بجھتی سی روشنی کے پرے
سمٹا سمٹا سا اک مکاں تنہا
راہ دیکھا کرے گا صدیوں تک
چھوڑ جائیں گے یہ جہاں تنہا

منور احمد کنڈے

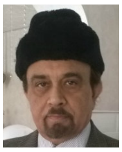

پانے کی جستجو میں،توشوقِ طلب بڑھادے
جوہیں نہاں وہ منظر،کچھ آنکھ کو دکھا دے
پہنچا نہیں ہے تجھ تک،کوئی اپنی کاوشوں سے
میں تجھ کو پکارتا ہوں، توراستہ دکھادے
کچھ بھی پتہ نہیں ہے،کس راہ سے تجھ کو دیکھوں
صورت تو چشمِ نم کو،اے دلربا دکھا دے
ڈرتا ہوں چلتے چلتے،تھک کر نہ بیٹھ جاؤں
میرا ہاتھ تھام مولیٰ! میرا حوصلہ بڑھا دے
تری آرزو میں جینا،مشکل بہت ہے لیکن
فرقت کی سب دیواریں،تو ہاتھ سے گرا دے
کتنی کٹھن ہیں راہیں تیرے وصل کی یارب
ظلمت دلوں کی ساری،اے نورِ ازل مٹادے
دل و دماغ پرہیں چھائے عجیب چہرے
اپنا حسین چہرہ،دل میں میرے سجا دے
کتنا بڑا یہ سچ ہے، اک بار جو ملا ہے
تیرا ہی وہ بناہے،کوئی چاہے جو سزادے
نغمے ہزاروں گائے،دل کا سکوں نہ پایا
وہ نغمہ تو سکھادے،جودل میرا لبھادے
تصور کی سب حدوں سے،کچھ ماورائی میں چاہوں
قدرت کے دینے والے،کچھ خاص تو عطا دے
توحید کا ترانہ،اُس سوزِ دل سے گاؤں
تثلیث کو جلا کر،وہ راکھ بھی اُڑا دے
تیرے حضور پہنچے،منور جو روزِ محشر
اس کی خطائیں ساری،تیری عطا مٹا دے

شائق نصیر پوری

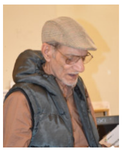

میری شاعری پر شباب آگیا ہے
کہ جب سے کوئی بے نقاب آگیا ہے
دھڑکتا ہے دل اور مچلتے ہیں ارماں
کہ جیسے کوئی ماہتاب آگیا ہے
خدا کے لئے تم نہ یوں مسکراؤ
زمانہ بہت ہی خراب آگیا ہے
تمہیں جب سے دیکھا ہے زلفیں بکھیرے
دلِ مضطرب کو حجاب آگیا ہے
بہکنا نہ اے دل رہِ عاشقی میں
کہ جذبات میں انقلاب آگیا ہے
خدایا مرے عشق کی لاج رکھنا
وہ لیکر کے قاصد جواب آگیا ہے
سرِ بزم مجھ سے وہ کہتے ہیں شائقؔ
یہاں کیوں یہ خانہ خراب آگیا ہے

بے ضمیروں کے نام

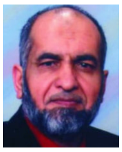

گل بخشالوی

یہودی قوم نے گل ہے خریدا بے ضمیروں کو
ہدایت دے خدا،تو ان سیاست کے فقیروں کو

لگائی ہے انہوں نے آگ اپنے پاک گلشن میں
وطن اور دین کی غیرت نہیں ہے ان کے دامن میں
انہی گھر کے چراغوں نے ہی تو ناشاد رکھا ہے
انہی خود غرض لوگوں نے وطن برباد رکھا ہے
یہ مغرب کے پجاری ہیں وطن کا نام لیتے ہیں
یہ اپنے دیس کے گل سے سروں کے دام لیتے ہیں
صدائے حق میں جو اپنا وطن گلفام کرتے ہیں
انہیں سُولی پہ لٹکا کر بڑا بدنام کرتے ہیں
یہ مُلّائی سیاستدان مغرب روپ جیتے ہیں
یہ مذہب کے لبادے میں وطن کا خون پیتے ہیں
یہودی قوم نے گل ہے خریدا بے ضمیروں کو
اُڑا دیتے ہیں یہ ظالم خود اپنے بے نظیروں کو
یہ ظالم کون ہیں چہرے نقابوں میں لیے آئے
یہ مومن تو نہیں اسلام کا بہروپ اپنائے
یہ خودکش لوگ جو معصوم لوگوں کو اُڑاتے ہیں
جو گلشن دیس میں انسانیت زندہ جلاتے ہیں
جلاتے ہیں گل و گلشن عظیم الشان دھرتی میں
لگی ہے آگ ان ہاتھوں سے پاکستان دھرتی میں
غریبوں کو جلاتے ہیں، گھروں میں خون کرتے
ہیں گلی کوچے، سڑک پر آئے دن معصوم مرتے ہیں
سوات ودیر ووانا اور وزیرستان کے گلشن
سیاحت کے حسین مرکز وہ پاکستان کے گلشن
مہکتے پھول سے بچے، گلوں میں کھیلنے والے
وہ فطرت کے مناظر میں خدائی کے حسین ہالے
وہ غیرت مند دھرتی کے، خدا بستی کے رکھوالے
محمد مصطفیٰؐ کے دین کے ذی شان متوالے
نکل آئے گھروں سے بے سروساماں فقیروں سے
ہوا گلشن وہاں خالی، وہاں کے گل ضمیروں سے
میں کیسے مان لوں مومن خدایا بے ضمیروں کو
جلا کر راکھ کر دیتے ہیں ظالم بے نظیروں کو
مجھے معلوم ہے، میں جان کر انجان بیٹھا ہوں
مجھے اعزاز ہے بس یہ کہ میں سلطان بیٹھا ہوں
مرا دشمن ہے جس نے روس کی طاقت ہوا کر دی
اسی نے قوم افغانی کو بھی دھرتی جلا کر دی
فلسطینی کو اس نے زندگی بھر خوں رُلایا ہے
عرب کی سرزمیں پر اک یہودی کو بٹھایا ہے
حسینی سرزمیں پر خون کا اک کھیل جاری ہے
عراقی قوم پر اب زندگی کا بوجھ بھاری ہے
کہاں جینے دیا کشمیریوں کو پھول دھرتی پر
برستی ہے وہاں پر ظلم کی ہر دھول دھرتی پر
یہ آزادی دلانے کو کبھی لبنان جاتے ہیں
کیا ہے فیصلہ اب یہ چلو ایران جاتے ہیں
مرا دشمن بڑا بے چین ہے اب چین جانے کو
وزیرستان تک آیا تو ہے، سوغات لانے کو
خدا محفوظ رکھے اب وطن کے گل اسیروں کو
نہیں چھوڑیں گے یہ ظالم تو اب کے بے نظیروں کو
بڑا چرچا ہمارا ہے کہ ایٹم بم بنایا ہے
جسے افواجِ پاکستان نے گھر میں سجایا ہے
ہمیں دعویٰ بھی ہے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں
محمد مصطفیٰؐ کی بھی تو ہم پہچان رکھتے ہیں
ملی ہے ہم کو آزادی مگر غیرت نہیں آتی
ہمارے ذہن سے ظالم کی نگرانی نہیں جاتی
وطن میں عظمتِ اسلام کا جو نام لیتے ہیں
چلے آتے ہیں مغرب میں ہمارے دام لیتے ہیں
یہاں وہ دام لیتے ہیں سدا اپنے ضمیروں کا
جو قتلِ عام کرتے ہیں وطن میں بے نظیروں کا

ایم اے گلشن، لودھراں

خواب دیکھا تھا اک چاندنی رات کا
پھر تقاضا ہوا اک ملاقات کا
ان کو چھونے کا میں نے ارادہ کیا
تذکرہ کر دیا میری اوقات کا
اس نے کاندھے پہ سر رکھ کے جو بات کی
لطف بھولا نہ اب تک اسی بات کا
کودجائے گا وہ نارِ نمرود میں
ان کو معلوم تھا میرے جذبات کا
کر ہی دے گا وہ گلشن انا الحق کی بات
علم ہوگا جسے اپنی گر ذات کا

گل بخشالوی

میں چاہوں جاں تری زلفیں سنوارنے آؤں
تری نگاہ میں خود کو نوازنے آؤں
نشے میں مست ہے ساقی بُلا رہا ہے مجھے
بدن گلاب کو باہوں میں تھامنے آؤں
مرے خیال میں اپنے پکارتے ہیں مجھے
میں اپنے آپ کو جب بھی پکارنے آؤں
یہ کہہ رہا ہے مرا دیس میری غربت کو
جو تجھ پر قرض ہے میرا اُتارنے آؤں
مرا ضمیر بضد ہے کہ دورِ حاضر میں
چراغ لے کے ہواؤں کے سامنے آؤں
میں اپنے عشق میں صادق ہوں اس قدر جاناں
کہو تو جان بھی میں تم پہ وارنے آؤں
ترے شباب کو دیکھوں اگر اجازت ہو
تمہارے پاس میں کچھ دن گزارنے آؤں
مہکتی شام میں کچھ دن گزارنے آؤں
شبِ فراق میں یادیں نکھارنے آؤں

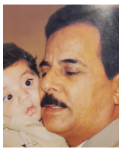

طفیل عامر

دل کی تمام تشنگی نذر سبو کریں
جی چاہتا ہے آپ سے ہم گفتگو کریں

جاں کے بغیر جسم کسی کام کا نہیں
آؤ کہ پھر سے جان کی ہم جستجو کریں
ایسا کبھی جو ہو تو ملے دل کو کچھ سکوں
ہم دل کی بات آپ ہی کے روبرو کریں
ہے جان پر بنی مگر بہ خندہ لب ہیں ہم
رسوا نہ اپنی چاہتوں کو، کو بہ کو کریں
اتنے بھی التفات سے نہ آپ کام لیں
ایسا نہ ہو کہ آپ کی ہم آرزو کریں
ہیں جانتے مقام کو اہل مقام ہی!
بے آبرو جو آپ ہوں، کیا آبرو کریں!
تنہا تو ان کو سینا نہیں بس میں اب مرے
تو آ کہ، زخم گہرے ہیں مل کے رفو کریں
تم بولتے رہے تھے مگر کاش جانتے
کچھ ایسے بھی ہوں لفظ جو دل کا لہو کریں
قبل کلام مجھ سے کہا دل نے میرے دوست
لینا ہے اس کا نام تو پہلے وضو کریں!

اقبال شیدائی، ورنگل

فکر میں لفظیات پھولوں کی
فن میں آئیں صفات پھولوں کی
پھول جھڑتے ہیں بات کرنے میں
بات اُن کی ہے بات پھولوں کی
دو گھڑی کی سہی عطا کر دے
میرے مولیٰ! صفات پھولوں کی
یوں تصوّر میں آپ آپ ہیں
جیسے آپ برات پھولوں کی
ایک جھونکا خزاں کا کیا آیا
لُٹ گئی کائنات پھولوں کی
صبح کِھلنا، تو شام مرجھانا
ہے یہی بس ثبات پھولوں کی
اُن کی خوشبو ہی خود بتاتی ہے
"کتنی اونچی ہے ذات پھولوں کی"

منظر بھوپالی

طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے
عکس پر نہ اِتراؤ، آئینہ ہمارا ہے
آپ کی غلامی کا، بوجھ ہم نہ ڈھوئیں گے
آبرو سے مرنے کا، فیصلہ ہمارا ہے
عمر بھر تو کوئی بھی، جنگ لڑ نہیں سکتا
تم بھی ٹوٹ جاؤ گے، تجربہ ہمارا ہے
اپنی رہنمائی پر، اب غرور مت کرنا
آپ سے بہت آگے، نقشِ پا ہمارا ہے
غیرتِ جہاد اپنی، زخم کھا کے جاگے گی
پہلا وار تم کر لو، دوسرا ہمارا ہے

اعظم نوید

جینے نہیں دیتا کبھی مرنے نہیں دیتا
یہ شوق کوئی کام بھی کرنے نہیں دیتا
پرکھوں سے بہت پایا ہے سچائی کا زیور
الزام کسی شخص پہ دھرنے نہیں دیتا
قدرت کی عنایت سے ملا من بھی ہے ایسا
وعدے سے کسی حال مُکرنے نہیں دیتا
چھایا ہے مرے دیس پہ آسیب کا سایہ
گُلشن کو کسی طور سنورنے نہیں دیتا
دیکھے ہیں زمانے کے بہت روپ نرالے
غم دے کے ہزاروں بھی تڑپنے نہیں دیتا
ہر لحمہ پڑا رہتا ہے مومن کے یہ پیچھے
ابلیس کسی کو بھی سُدھرنے نہیں دیتا
جذبہ ہے نہاں دل میں سدا زندہ سلامت
الفت کے سمندر کو اترنے نہیں دیتا
حق بات بھی سنتا نہیں ظالم یہ زمانہ
سورج کو گگن پر بھی چمکنے نہیں دیتا
رہتا ہے سدا نالاں یہاں ہم سے زمانہ
پھولوں کو بھی آنگن میں مہکنے نہیں دیتا
یزداں کی محبت کا بہت فیض ہے یارو
چوکھٹے کبھی ہم کو بھٹکنے نہیں دیتا
یادوں سے جُڑا رشتہ بھی انمول ہے اعظم
ماضی سے کبھی ہم کو بچھڑنے نہیں دیتا

محسن بھوپالی

جاہل کو اگر جہل کا انعام دیا جائے
اس حادثہ وقت کو کیا نام دیا جائے
میخانے کی توہین ہے رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے
ہے خوئے ایازی ہی سزاوار ملامت
محمود کو کیوں طعنۂ اکرام دیا جائے
ہم مصلحت وقت کے قائل نہیں یارو
الزام جو دینا ہو، سر عام دیا جائے
بہتر ہے اس بزم سے اٹھ آئیے محسنؔ
سرقے کو جہاں رتبۂ الہام دیا جائے

ہلکان (آزاد نظم)
از عامر حسنی ملائیشیا

"بڑا دشوار ہوتا ہے"
کسی کو پا کے کھو دینا
فقط آنکھوں سے رو دینا
اسے خوابوں سے دھو دینا
وہ جس کے ساتھ ہر پل
زندگی مسکان تھی یارو

یکا یک اس جدائی پر
ہوئی ہلکان تھی یارو
نہ جانے اس کے ننھے دل پہ
اس دن کیا قیامت تھی
کسی کے دل پہ چھائی آج تک
اس پر ندامت
وہیں پر خودغرض لوگوں نے
یا رو جانتے ہو پھر
کیا اک جھوٹ کا طوفان برپا،
ایسے عالم میں
کسی ننھے سے دل کو توڑ ڈالا،
موڑ ڈالا رُخ
الاؤ نفرتوں کے
خوب بھڑکائے گئے ایسے
تو پھر بچ پائے وہ کیسے؟
سمندر اس کی آنکھوں سے
نکل کر چار سو پھیلا
بہت گرداب آئے،
صاف دل کو کر دیا میلا
وہ جس کے ایک آنسو پر
مرا دل ڈوب جاتا تھا
ہوا، مجذوب جاتا تھا
در و دیوار ہل جاتے
نہ جب تک ہونٹ کُھل جاتے
اسی کے پیار کے
دو بول سننے کو ترستا ہوں
تو پلکوں سے برستا ہوں
میں خود کو کوستا ہوں
رنج و غم میں ڈوب جاتا ہوں

زباں پر بوجھ بھاری ہے
بیاں لفظوں سے عاری ہے
مجھے گزرے ہوئے لمحوں پہ
خود کو ہی ستانا ہے
کوئی قرضہ چکانا ہے
مگر کیسے؟؟
یہی اک مسئلہ اُلجھائے رکھتا ہے
مجھے تڑپائے رکھتا ہے
اگرچہ لب کبھی اس بات پر
کھلتے نہ پاؤ گے
مجھے مضبوط چٹّانوں کے جیسا
دیکھ کر شاید
مرے اندر کے ٹوٹے مرتباں
نہ دیکھ پاؤ گے
مرے دل کے در و دیوار پر، ان کرچیوں کے رقص
سے، جو زخم آئے ہیں، کبھی نہ دیکھ پاؤ گے
مگر دل میں جو رہتا ہے
وہی مجھ سے یہ کہتا ہے
تمہیں آنا ہی ہوگا ایک دن
میرے گھروندے پر
جب آؤ گے تو پھر پیارے
مرے اندر کے طوفاں کو
یقیناً جان جاؤ گے
اسی عامر کی آنکھوں میں رہو گے،
شان پاؤ گے
انہیں مژگان پر تم
مان اور سمّان پاؤ گے
کبھی تم مان جاؤ گے
یقیناً مان جاؤ گے

عاصی صحرائی

مرا دل مصر ہے اس دورِ بے ہنراں میں
قندیل لے کر آندھی کا سامنا کرنے آجاؤں
یہ کہہ رہا ہے مرا وطن لوگوں کو
اُجڑ رہا ہے مرا گلشن سنوارنے آجاؤں
میں اپنے ایماں میں محکم ہوں مثلِ آہن
کہو تو متاعِ دل وارنے آجاؤں
ترے حسن کو پرکھوں ایک عاشق کی طرح
کچھ پل ترے پاس گزارنے آجاؤں
بھیگتی شام کے سہانے منظر میں
تری تمناؤں کو نکھارنے آجاؤں

ساجد محمود رانا

یہ کم نہیں ہے کہ شہرِ عذاب سے نکلا
میں خوابِ زارِ محبت کے خواب سے نکلا
ابھی تلک مری آنکھوں میں ہے چبھن اس کی
وہ ایک خار جو بکھرے گلاب سے نکلا
تو کیا یہ خیر بھی شر کی سی ایک صورت ہے
تو کیا گناہ بھی کارِ ثواب سے نکلا
پھر ایک بار مجھے یاد آگیا بچپن
ہر ایک پھول پرانی کتاب سے نکلا
عجب نہیں کہ ستاروں کی آنکھ بھر آئے
غموں کا چاند اگر آب و تاب سے نکلا
ستم تو یہ ہے مجھے دیکھ کر سرِ مقتل
نہ ایک لفظ زبانِ جناب سے نکلا
ابھی تلک مرے سینے پہ بار ہے ساجد
وہ اک سوال جو اس کے جواب سے نکلا

پروین شاکر

سب نے پُوچھا خزاں کیا ہوتی ہے ؟
تم نے میری مثال دی ہوتی
پُوچھا موسم بدلتے ہیں کیسے ؟
تم نے اپنی مثال دی ہوتی
پُوچھا کیسے گھٹا برستی ہے ؟
میری آنکھوں کی بات کی ہوتی
پُوچھا رُک رُک کے کون چلتا ہے ؟
میرے دل کی مثال دی ہوتی
کاش!! سب کچھ یوں نہ ہُوا ہوتا
بات تم نے سنبھال لی ہوتی

شہزادہ مبشر گلاسگو

ساؤتھ (سکاٹ لینڈ)

ہم بے خطا کو سمجھے کوئی بے وفا نہیں
اور مرکز وفا سے بھی پیچھے ذرا نہیں
خاکِ وطن سے میرے لہو کو نچوڑ لو
اب امتحاں کا اور کوئی راستہ نہیں
اپنے وطن کی شان بڑھاتے رہے ہیں ہم
ہم آزمائے جا چکے ہیں اب آزما نہیں
دن رات ہو رہی ہیں مٹانے کی سازشیں
پتھر پہ جو نشاں ہے وہ تو مٹا نہیں
بربادیٔ چمن کے ہو تم ہی جواب دہ
تتلی بھی جانتی ہے کوئی دوسرا نہیں
جینے دو ہم کو اور جیو خود بھی چین سے
مبشّر یہی ہے راستہ اور دوسرا نہیں

دیارِ نور میں تیرہ شبوں کا ساتھی ہو

کوئی تو ہو جو مری وحشتوں کا ساتھی ہو
میں اُس سے جھوٹ بھی بولوں تو مجھ سے سچ بولے
مرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو
میں اپنے آپ کو دیکھوں وہ مجھ کو دیکھے جائے
وہ میرے نفس کی گمراہیوں کا ساتھی ہو
میں اُس کے ہاتھ نہ آؤں وہ میرا ہو کے رہے
میں گر پڑوں تو مری پستیوں کا ساتھی ہو
وہ میرے نام کی نسبت سے مُعتبر ٹھہرے
گلی گلی وہ مری رُسوائیوں کا ساتھی ہو
کرے کلام جو مجھ سے تو مرے لہجے میں
میں چُپ رہوں تو مرے تیوروں کا ساتھی ہو
وہ خواب دیکھے تو دیکھے میرے حوالے سے
میرے خیال کے سب منظروں کا ساتھی ہو
دوستو عہد خرابات پہ قابو رکھو
ذہن روشن کرو ظلمات پہ قابو رکھو
جن کے ملنے سے حوادث کی مہک آتی ہو
ایسے لوگوں کی ملاقات پہ قابو رکھو
گرچہ مجروح نہ ہوتی ہو دلوں کی دنیا
پھر بھی اظہار خیالات پہ قابو رکھو
رات بھر قتل کا بازار سجانے والے
دن میں کہتے ہیں کہ حالات پہ قابو رکھو
ہر طرف عام ہے بدنام سیاست کا چلن
صبر سے کام لو جذبات پہ قابو رکھو
بجھ نہ جائیں کہیں عالم پہ تبسم کے چراغ
غم میں ڈوبے ہوئے نغمات پہ قابو رکھو

خواجہ عبدالمومن

میرے لبوں پہ آیا ہے یہ آج کس کا نام
جس نے دیا ہمیشہ محبت کا ہی پیام
ہر سانس میری بھیجے نہ پھر اس پہ کیوں درود
جس پہ خدا بھی بھیجتا ہے عرش سے سلام
مظلوم رہ کے جھیلے تھے اس نے ستم تمام
پیکر مگر وہ صبر و رضا کا رہا مدام
ایسا کوئی اور فاتح جہاں میں دکھایئے
جس نے کیا ہو عفو کا کچھ ایسا اہتمام
عورت کو جس نے عزت و رتبہ عطا کیا
اس کو حقوق دے کے کیا اس کا احترام
رحمت تھا سب کے واسطے وہ میرا مصطفیٰ
اس پر درود لاکھ ہوں اس پہ سدا سلام

ڈاکٹر منور احمد کنڈے

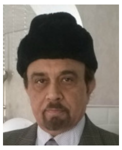

آبِ فریادی کسی کی آنکھ سے بہتا رہا
پتھروں کا دل اسی تیزاب سے دُھلتا رہا
میرا تو دست، محبت ہر طرف بڑھتا رہا
آستینِ دہر میں اک سانپ تھا ڈستا رہا
بے نواؤں کے نگر میں بے زبان دیوار و در
ایک سناٹا خموشی کو صدا دیتا رہا
کر نہ پایا ایک زندہ لفظ بھی مدفون وہ
سامنے دیوار خود ہی آسماں بنتا رہا
کب ترس آیا ہواؤں کو اندھیروں پر مرے
”طاقِ دل“ میں اک دیا بجھتا رہا جلتا رہا
میرے جینے کا حوالہ ہے منوّر اس طرح
بال و پر کٹتے رہے پنچھی مگر اُڑتا رہا

***

عبدالقدیر کوکب

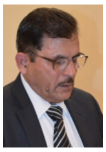

جب بھی میری تو داستاں لکھنا
مجھکو اپنا تو مہرباں لکھنا
دل جو چاہے ترا وہی لکھنا
جو بھی لکھنا سہل زباں لکھنا
گزری باتوں سے خوف ہے مجھکو
پھر نہ ایسا کوئی بیاں لکھنا
میں ستاتا رہا تجھے اکثر
ہو سکے مجھکو اپنی جاں لکھنا
مجھ کو تجھ سے بہت محبت ہے
میری چاہت کو لامکاں لکھنا
گالیاں دے کہ مجھکو محفل میں
کہہ رہا ہے کہ بیزباں لکھنا
وصف اس کا درندگی کوکبؔ
کیوں یہ خواہش ہے مسلماں لکھنا

رفیع رضا

بجھاؤ آتا نہیں ہے، لگاؤ آتا ہے
میری طرح سے چراغوں کو تاؤ آتا ہے
ہم ایک بار وہی پلٹ کے دیکھ نہ لیں؟
ہمارے درمیاں جس سے کھنچاؤ آتا ہے
تو کیا اندھیرا کوئی ٹھہری چیز ہے صاحب
جو روشنی کا کہیں سے بہاؤ آتا ہے
میاں میں سرکشِ دُنیائے عشق و مذہب ہوں
سو مُجھ پہ دونوں طرف سے دباؤ آتا ہے
مگر یہ کیا کہ کمر اور کس رہا ہوں میں
سُنا تھا عمر بڑھے تو جھکاؤ آتا ہے
گھر آسمان کے نقشے سے ڈھونڈتا ہوں تیرا
ستارہ سا کوئی جب بھی پڑاؤ آتا ہے
چراغ راہ میں روشن ملے ہوں دورویہ
ضرور آگے کہیں وہ الاؤ آتا ہے
ہماری تاک میں بیٹھا ہے حادثوں کا گروہ
بُلاؤ یا نہ کسی کو بُلاؤ، آتا ہے

بشارت احمد بشارتؔ جرمنی

رہواں تک تک تھک گئیاں اکھیاں اُڈیکاں دا جان ہوگئی
میرا اک ساہ کُرلاوے تے ہوکیاں دا دان ہوگئی
میرے نال نال تینوں چن تارے لبدے
پنچھی خیالاں والے پتا نئیوں وسدے
راتاں کالیاں توں جندڑ رڑکے غماں دا نشان ہوگئی
پیار والا روگ میری جندڑی نوں کھا گیا
دل دیاں سدھراں دا محل سوہنا ڈھا گیا
میرے ہنجواں دے مُکدے نہ پینڈے جدائی میری جان ہوگئی
چاواں دی اُڈیک مُکی نہ آساں رہ گئیاں
اساں نئیوں اونا کدے خوشیاں وی کہہ گئیاں
ہاساں بُلیاں توں رُس گیا میرے مَیں ہاواں دا سامان ہوگئی
ٹالیاں دی چھاں ساڑھے دھپ سینہ ٹھار دی
ہجراں دی ہوک مینوں روز سولی چاڑھ دی
واپُرے دی وی تیرے باجھوں سوہنیا میرے لئی طوفان ہوگئی

اسحاق ساجد (جرمنی)

پرندے سہمے سہمے ہیں، پرندے سہمے سہمے ہیں
نئے تیور سے موسم کے، شق القلب طوفاں سے
فضا میں اُڑ رہے ہیں پر، پرندے زخم خوردہ ہیں
ہر اساں ہیں، کہاں جائیں، کدھر جائیں؟
اماں پائیں کہاں؟ کیسے؟
فلک پر برق کے شعلے، زمیں پر خون کی بارش
لہو کی گنگا جمنا میں، رواں بہتی ہوئی لاشیں
جہنم بن گئی ہیں بستیاں، آبادیاں
نفرت کے شعلوں میں
کہیں رقصاں ہیں خنجر، کہیں لہراتی شمشیریں
بلند ہوتے ہوئے، نیزے ہوا میں
کہیں بارود کی بو، دھماکوں پر دھماکے
کلیجہ چیرتی، دل پارہ پارہ کرتی، معصوموں کی چیخیں
قیامت سے بھی پہلے، یہ قیامت کس نے کی برپا؟
یہی سب دیکھ کر اور سوچ کر
زخمی پرندے سہمے سہمے ہیں!

ڈاکٹر نبیل احمد نبیل

رنگ بدلے مری دُنیا کے نظارے بدلے
تیری چاہت نے مری سوچ کے دھارے بدلے
عشق میں ہار دیا میں نے جو اپنا سب کچھ
میری قسمت کے عجب طور خسارے بدلے
مدّتوں بعد ملے ہیں تو یہ لگتا ہے ہمیں
صرف چہرے نہیں ہم سارے کے سارے بدلے
تم تو کہتے تھے، بدل کوئی نہیں ہے تیرا
چُن لیا کس کو بتاؤ نہ ہمارے بدلے
پار اُترنے کا جو روشن ہوا امکان ذرا
موج در موج تلاطم نے کنارے بدلے
زندگی اپنی کٹی کاوشِ پیہم میں مگر
وقت جاگا نہ کہیں بخت ہمارے بدلے
اس لیے پاؤں پہ ہم لوگ کھڑے ہو نہ سکے
سیکڑوں ہم نے ہر اِک گام سہارے بدلے
بے بصر آنکھ میں بینائی جہاں لوٹ آئی
آسماں دُود ہوا سارے نظارے بدلے
مجھ پہ روشن ہوئے انجانے اُفُق صبح مثال
گردشِ وقت میں کھوئے جو ستارے بدلے
حاصلِ زیست تصور ہو اگر کوئی نبیل
کس طرح دل سے اُسے کوئی اُتارے، بدلے

عمران خان مجموعہ اغلاط

میجر محمود احمد لندن

مکرم عمران خان صاحب مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ خاکسار بدقسمتی سے آپ کو پسند کرتا ہے۔ مگر میں وہ نہیں جو آپ کی ہر حرکت پر اس طرح مستی سے جھوم جائیں جیسے مادام نور جہاں کوئی محسور کن راگ آلاپ رہی ہو۔ خیر خواہی اس کو کہتے ہیں جو غلط بات کو غلط کہہ سکے۔ اسی طریق پر انسان سیکھ سکتا ہے۔ میں نے بہت پہلے سوچا تھا کہ آپ کو خط لکھ کر آپ کی غلطیوں کی نشاندہی کردوں مگر سوچا کہ نقارخانہ میں میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ ایک تو خاکسار اجنبی اور دوسرے آپ اُردو سے نابلد مگر پھر ضمیر کی آواز نے کہا کہ من کی بات کہہ دینی چاہیے تاکہ دوسرا یہ نہ کہہ سکے کہ پہلے کیوں نہیں کہا۔ میں قوی یقین رکھتا ہوں کہ میرا یہ خط آپ کے حواری آپ تک پہنچنے نہیں دیں گے اس لیے کہ ایک ناواقف اور گمنام انسان کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے مگر پھر بھی میں کوشش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ آپ کا یہ نعرہ کہ نیا پاکستان بنائیں گے، قائداعظم کا پاکستان بنائیں گے یہ آپ نہیں کر سکتے کہ یہ خالی دعویٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قائداعظم کا پاکستان بنانے کے لیے قائداعظم جیسا کریکٹر بھی چاہیے۔ اس کا کریکٹر لوہے سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ بھی اتنے ہی مضبوط ہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چند مثالیں دیکھ لیں۔ آپ نے 2013ء کے الیکشن کے بارے میں کہا کہ دھاندلی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی وسیع پیمانے پر دھاندلی ہوئی تھی۔

اگر آپ کو یقین تھا تو پھر آپ کو ان الیکشن کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ کو چاہیے تھا کہ آپ یہ کہتے کہ چونکہ ہم اس الیکشن کو دھاندلی سمجھتے ہیں لہٰذا ہم اگلے پانچ سال تک اس کے خلاف تحریک چلاتے رہیں گے مگر اسمبلی میں نہیں آئیں گے۔ اور نہ ہی KPK میں اپنی حکومت بنائیں گے۔ اگر آپ الیکشن کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر اپنے MNAs کو کہتے کہ وہ استعفیٰ دیں اور احتجاج میں شامل ہوں۔ آپ نے یہ اس لیے نہیں کیا کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے MNAs اور MPAs آپ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے اور دوسری سیاسی پارٹیوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اور یوں آپ کے ہاتھ سے حکومت نکل جائے گی۔ یہاں پر آپ کے کریکٹر میں کمزوری نظر آتی ہے۔ بھلے سارے MPAs اور MNAs ساتھ چھوڑ جاتے۔ لیکن آپ قوم کے سامنے آجاتے اور کہتے کہ میں اصولوں کی خاطر اکیلا ہی لڑوں گا۔ اگر ایسا کرتے تو دیکھتے کہ ساری قوم آپ کا ساتھ دیتی۔

آپ قائداعظم کی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے جب محسوس کیا کہ کانگریس اپنے اصولوں کے خلاف عمل کر رہی ہے۔ تو انہوں نے فوراً کانگریس کو خیر باد کہہ دیا۔ حالانکہ آپ ایک لمبا عرصہ کانگریس میں رہے اور اس وقت وائس پریزیڈنٹ تھے۔ مگر اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا مولویوں نے بے انتہا مخالفت کی۔ پاکستان کو پلیدستان کہا۔ قائداعظم کو کافراعظم کہا مگر وہ کسی سے نہیں ڈرے۔ اور اکیلے ہر محاذ پر ڈٹے رہے۔ پاکستان بننے سے پہلے تمام راؤنڈ ٹیبل کانفرنس جو لندن میں ہوتیں ان میں سر ظفر اللہ خان کو رکھا۔ باؤنڈری کمیشن میں انہوں نے سر ظفر اللہ خان کو لندن سے بلوا کر اپنا نمائندہ بنایا اور پاکستان کا کیس تیار کروایا۔ مولوی لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ سر ظفر اللہ خان کافر ہے اس کو نہ رکھو۔ مگر پاکستان بننے کے بعد سر ظفر اللہ خان صاحب کو انہوں نے وزیر خارجہ مقرر کر دیا۔ یہ تھا ان کا مضبوط کردار جس کی وجہ سے ان میں لرزش نہیں آئی۔

اسلام آباد میں دھرنے کے دوران حکومت میں قابل لوگوں کو شامل کرنے کا اعلان کیا۔ اور ایک مثال دی کہ امریکہ میں ایک اکنومسٹ ہے جو کہ بے انتہا قابل انسان ہے۔ میں ایسے لوگوں کو حکومت میں لاؤں گا۔ مگر جب کسی نے آپ کو یہ کہا کہ وہ تو شاید قادیانی ہے تو فوراً اپنا موقف تبدیل کر لیا۔ اگر انسان قابل ہو، مخلص اور ایماندار ہو تو پھر اس کے مذہبی خیالات اس کی اعلیٰ کارکردگی پر اثر انداز نہیں ہونے چاہییں۔ اس کو کریکٹر کہتے ہیں۔ مگر آپ مولویوں کے ڈر سے فوراً ہی بدل گئے۔

اسی طرح الیکشن کے لیے آپ نے یہ کہہ کر ان لوگوں کو ٹکٹ دیئے کہ الیکشن لڑنے کے لیے رقوم اور بڑے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ اعلان کرتے کہ آپ فلاں حلقے میں فلاں کو ٹکٹ دینا چاہتے ہیں اس لیے کہ یہ قابل ایماندار اور سمجھدار انسان ہے۔ مگر ہمارے پاس اس کی فیس جمع کرانے کے بھی پیسے نہیں۔ کیا آپ لوگ ان کی مدد کریں گے؟ آپ دیکھتے کہ لوگ خود بخود اس کے لیے تمام خرچ کرتے۔ آپ کو صرف یہ کام ہوتا اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہیے کہ اپنے منشور چھوٹے چھوٹے لیف لٹ کی شکل میں تمام امیدواروں کو دیتے اور وہ ہر گھر جا کر لوگوں کو دیتے اور پڑھ کر سناتے کہ ہم نے

آپ کے تعاون سے یہ یہ کام کرنے ہیں۔

آپ لندن میں پڑھے ہوئے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ یہاں پر کیسے الیکشن ہوتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے جلسے اور جلسوں کے رواج کو ختم کر کے کروڑوں روپے کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ اپنی کارکردگی کی بنا پر الیکشن میں حصہ لیں۔ آپ نے KPK میں حکومت بنائی تھی تو یہ وقت تھا کہ اس کی کارکردگی کو پیش کر کے لوگوں سے ووٹ لیتے۔ لیکن آپ نے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ بلکہ مخالف یہی کہتے رہے کہ کہاں ہیں ایک ارب درخت، کہاں ہیں بجلیاں، کہاں ہیں ڈیم۔ تو ان باتوں کا جواب آپ کو ہر محفل میں دینا چاہیے تھا۔

آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن پڑھی ہے جس میں لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے ان نام نہاد مولویوں کے قرآن کو تو پڑھ لیا۔ کیا ان کے قرآن میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبروں کو سجدہ کرو۔ قرآن کے علاوہ کیا آپ نے کبھی کوئی حدیث بھی پڑھی ہے۔ حدیث بخاری میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے علماء آخری وقت میں بدترین مخلوق ہوں گے۔ فتنے انہی میں سے اُٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے۔ لوگ گھبرا کر مسجدوں میں ان سے راہنمائی حاصل کرنے جائیں گے تو انہیں وہاں بندر اور سور ملیں گے۔ یہ ان نام نہاد علما کا کردار ہے جس کی تصویر رسول اللہ ﷺ نے دکھادی۔ لیکن بدقسمتی سے آپ چونکہ دینی علم سے نابلد ہیں اس لیے ان کی لچھے دار زبان سے ڈر جاتے ہیں۔ اگر کریکٹر مظبوط ہو تو یہ لوگ مکھی اور مچھر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ تو وہ ہے جو گزر چکا البتہ اگر آپ کو حکومت ملے اور آپ نے بھی ایسا کردار دکھایا جواب ہے تو نہ صرف نیا پاکستان بنے گا بلکہ آپ بھی اس کرپٹ معاشرے میں ڈوب جائیں گے اور پھر ہسٹری بن جائیں گے۔ اگر حکومت کرنی ہے تو پھر لوہے کے چنے چبوانے ہوں گے۔ اگر آپ درج ذیل کر لیں تو شاید نیا پاکستان بنا سکیں ورنہ پھر آپ بھی اُسی تاریخ کا حصہ بن جائیں گے جو کوئی نہیں پڑھتا۔ آپ کو صرف ایک کریڈٹ جاتا ہے کہ آپ کو شریفوں اور زرداریوں کے خلاف مہم چلائی ہے جو کہ اس وقت نہایت موزوں موڑ پر ہے۔ اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

پہلا کام: چونکہ نواز شریف اور زرداری پر الزام لگ چکے ہیں یا لگنے والے ہیں۔ تو انہوں مزید مہلت دینا بیکار ہوگا۔ اور آپ کے لیے مضر صحت۔ ان کو فوری طور پر ملٹری کورٹس کے حوالے کریں۔ اور کورٹس کو کہیں کہ صرف سات دنوں میں ان پر میگا کرپشن، میگا منی لانڈرنگ، اور میگا کرنسی سمگلنگ کے چارجز پر سزائے موت دیں اور اپیل کو کوئی حق نہ دیں۔ بچت کی صرف ایک صورت ہے کہ ہر دو خاندان 600 ارب ڈالر ورلڈ بینک میں حکومت پاکستان کی جانب سے جمع کروا دیں اور ان رقوم کی رسید گی کے بعد ان دونوں فیمیلیز کو اتھوپیا ملک بدر کر دیں۔ اگر آپ یہ کر لیں تو شاید یہ پہلا قدم نئے پاکستان کی طرف ہوگا۔

دوسرا کام: انڈیا کے ساتھ 15 سال کا No War Pack کر لیں۔ پھر فوج کے ہر آدھے ڈویژن کو ملکی ترقی کے لیے استعمال میں لائیں۔ سڑکیں، ریلوے لائن، چھوٹے چھوٹے ڈیم شمالی علاقے میں بنائیں اور مزید نہری نظام، سولر پینل جس سے بجلی کا بحران شہروں میں مکمل طور پر ختم ہو۔ ہر صوبے میں سومیل بائی سومیل لمبے سفاری پارک بنائیں اور ان میں دنیا جہان کے مختلف جانوروں کو رکھیں۔ ٹورسٹ ریزورٹ بنائیں۔ چھوٹی چھوٹی جھیلیں اور ہوٹل بنائیں جہاں لوگ راتیں گزار سکیں۔ ان سے آپ کا فارن ایکسچینج بڑھے گا۔ اسی طرح شمالی علاقہ جات میں ٹوریزم کو فروغ دیں یہ سارے کام آپ نے فوج سے لینے ہیں۔ چولستان کے علاقے کو نہری پانی سے سیراب کر کے کاشتکاری کریں اور اس کے علاوہ اس کو بڑے سفاری پارک میں تبدیل کریں اس سے بیروزگاری ختم ہوگی اور ٹورزم بھی بڑھے گا۔ اس وقت بلوچستان کی لاکھوں ایکڑ زمین بغیر کاشتکاری کے ہے۔ اس زمین کو کاشت کاری میں لایا جائے تو صرف یہی صوبہ پورے ملک کو خوراک مہیا کر سکتا ہے۔

تیسرا کام: اگر ملک کو دہشت گردی اور مذہبی نفرت سے پاک کرنا ہے تو ان نام نہاد علمائے سوء کو پابند سلاسل کرنا ہوگا۔ ہر شہری کو مکمل مذہبی آزادی دینی ہوگی۔ ہر مکتبہ فکر کو آزادی دینی ہوگی۔ مگر کسی بھی مسلک کو یہ اجازت نہیں دینی کہ وہ کسی دوسرے مسلک کے خلاف ایک لفظ بھی بولے۔ ان علماء سوء کو قید کر سکیں تو امید ہے کہ آپ نیا پاکستان بنا سکیں گے اگر آپ ان کو قابو میں نہ لائے جس پر میں قوی یقین رکھتا ہوں تو یہی علماء سوء آپ کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات کریں گے کہ فرشتے بھی کانوں کو ہاتھ لگاتے رہیں گے۔

چوتھا کام: اپنے وزیروں، مشیروں کو حساب کتاب میں رکھنا ہوگا تعداد میں کمی کرنی ہوگی۔ اس ملک میں ایسے ایماندار قابل پڑھے لکھے احباب کثرت سے موجود ہیں جو حکومت کی ایک ایک پائی بچا ئیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ہمیشہ نظرانداز کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ کسی قسم کی سفارش منظور نہیں کرتے۔ اگر حکومت کرنی ہے تو ایسے لوگوں کو سامنے لانا ہوگا۔

پانچواں کام: آپ کو پولیس کے محکمے اور پٹواریوں کے محکمے کو سیدھا کرنا ہوگا۔ پولیس تھانوں کی قیمت کوختم کرنا ہوگا۔ان لوگوں کی تنخواہوں میں مناسب اضافہ، گھر، تعلیم اورمفت علاج کی سہولیات دینی ہوں گی۔فوج کو مضبوط اوران کی تنخواہوں میں اضافہ کرنا ہوگا۔عوام کومفت میڈیکل، روزگار اورمکان فراہم کرنے ہوں گے۔

چھٹا کام: VIP کلچرکوختم کرنا ہوگا۔ پورے ملک سے لائیسنس یافتہ اسلحہ اورغیرلائیسنس یافتہ اسلحہ اکٹھا کرنا ہوگا۔اوراس کوواہ آرڈننس فیکٹری یاسٹیل میں بیچ کر کارآمد لوہا بنانا ہوگا۔سزائے موت کے ملزموں کو، ذخیرہ اندوزوں کو، سمگلرز کو، رشوت خوروں کو، منشیات فروشوں کو، جعلی ادویات فروشوں کو، ڈاکوؤں اور چوروں کوسرِ عام سزائے موت دینی ہوگی۔آخر میں مَیں صرف قائداعظم کا ایک واقعہ لکھ دیتا ہوں شاید آپ اس پرعمل کرسکیں۔اگر نہیں کرسکیں گے اوران مگرمچھوں کو قابو میں نہیں لائیں گے تو پھر آپ نیا پاکستان نہیں بناسکیں گے۔اس لیے کہ اس کام کے لیے لوہے کی طرح مضبوط کریکٹرکی ضرورت ہے۔

تازہ صورت حال: کراچی گورنر ہاؤس میں ایک میٹنگ ہورہی تھی باہر کے ملکوں سے مہمان آئے ہوئے تھے۔میٹنگ کے دوران ایک سٹاف افسر نے ایک سگریٹ اٹھا کر پینا شروع کردیا۔قائداعظم صاحب نے نوٹ کر لیا۔ جب مہمان چلے گئے تو پرائیویٹ سیکرٹری کو بلا کر نوٹ لکھوایا کہ گورنر ہاؤس میں جوبھی اشیاء آتی ہیں وہ صرف مہمانوں کے ہی استعمال کے لیے ہیں۔کسی سٹاف کو ان کے استعمال کی اجازت نہیں۔ اس کے مقابلے میں خاکسار نے خودسرکاری حکومتی ونڑز میں مولانا کوثر نیازی کوشراب کی بوتل سے ایک گلاس بھر کر باقی پوری بوتل کو نیچے لان میں گراکرٹھوکر مارتے ہوئے دیکھا ہے اور کمشنر صاحب کو کھانے کے بڑے بڑے ٹرے ہال سے اٹھا کر اپنے گھر میں لے جاتے دیکھا ہے۔

کیاایران اکیلا بھگتے گا؟ (ادارہ)

’’ایک میزائل سے امریکی بیڑے کوتباہ کرسکتے ہیں... یران مت بھولیے کہ صدام اور قذافی وغیرہ بھی ایسے ہی دعوے کیا کرتے تھے۔ پھر دردناک موت مرے صورتحال انتہائی نازک ہے۔ایران کے ساتھ پاکستان کوبھی چاروں طرف سے گھیرا جارہا ہے۔ بھارت کی خاموشی بھی معنی خیز ہے۔سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر ٹھنڈی لسی پی کرسونے والے پاکستانی بیدار ہو جائیں۔ دعاؤں اور چِلوُّں والے بھی مصلے چھوڑیں اور گوڈوں گٹوں پر سانڈے کا تیل مل کر باہر نکلیں کیونکہ آپ نے مریض کوآخری جھٹکے تک پہنچادیا ہے اب دعاؤں کا وقت گزر چکا. جو سمجھتے ہیں کہ بحیرہ عرب میں امریکہ نے لاکھوں ڈالرخرچ کرکے بحری بیڑے مچھلیاں پکڑنے کے لئے رکھے ہیں۔وہ یا تو بھولے پہلوان کے شاگرد ہیں یا لکے کبوتروں کے بیوپاری۔ یادرکھیں کہ نیو ورلڈآرڈر کے تحت اس خطے میں اب ایران اور پاکستان ہی بچے ہیں جن کی صحیح سے ناک رگڑوانا ابھی باقی ہے۔اگلا یہ بھی نہیں دیکھے گا کہ پختون کون ہے اور پنجابی کون، سندھی کون ہے اور بلوچ یا اردواسپیکنگ یا کشمیری کون، شیعہ کون ہے اورسنی کون۔اگلا سب کوایک ہی مدھانی میں ڈال کرایسا رگڑا لگائے گا کہ ہر ایک اپنی اپنی نسل اور مسلک کی پہچان بھول جائے گا۔ جیسا کہ دیگر متاثرہ ممالک میں ہو چکا تو پھر تیار رہیے۔بس دو چار مہینوں میں کٹا کٹی نکلنے والا ہے۔پاکستانی کرنسی ڈی ویلیو کر کے مصنوعی مہنگائی کا شور مچانے کا اپوزیشن کو ٹاسک دے دیا ہے ہم خود نکلیں گے اپنے ہی گھر کو جلانے کیلیے اور بنیں گے سامراجی قوتوں کی سازشوں کا شکار اور نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری اور اگر اسکا مقابلہ کرنا ہے چند تجویزوں پر عمل کرلیں۔

* ۔روپیہ دے کرڈالر نہ لیں۔
* ۔کرپٹ اپوزیشن والوں کے جھانسے میں نہ آئیں۔
* ۔اپنی حکومت فوج اور سبز ہلالی پرچم کومضبوطی سے تھام لیں۔
* ۔ صوبایت عصبیت اور فرقہ واریت کو کچھ عرصے کیلئے معطل کردیں۔
* ۔استغفراللہ کا ورد کریں باوضو رہیں نماز ایک بھی نہ چھوڑیں کیونکہ بہت بڑے حملے کی مکمل تیاری کرچکے ہیں۔
* ۔اس حالات سے پورے ملک کوآگاہ کریں کاپی کریں شیئر کریں یا پڑھ کر ہر پاکستانی کوسنایں۔شکریہ

قوم کا مخلص اور دیانتدار حکمران
سلطان قابوس آف مسقط عمان

جاوید چوہدری

وہ ایک عام سی قبر تھی' مٹی کی ڈھیری' قبر کے قریب سبز رنگ کی دو گندی سی بالٹیاں پڑی تھیں اور مٹی کو بہنے سے بچانے کے لیے قبر کے دائیں بائیں سفید ماربل کے پیس رکھ دیے گئے تھے اور بس' قبر کے گرد چار دیواری تھی' جنگلا تھا اور نہ ہی مزار تھا' میرے دوست نے قبر کی تصویر مجھے بھجوا دی' میں نے تصویر کو موبائل پر بڑا کر کے دیکھا تو نیچے لکھا تھا ''اومان کے سلطان قابوس کی قبر' یہ ہے زندگی کی اصل حقیقت'' تصویر بھیجنے والا شاید مجھے زندگی کی بے ثباتی سمجھانا چاہتا تھا لیکن میں یہ تصویر دیکھ کر ہنس پڑا۔ کیوں؟ کیوں کہ میں جانتا تھا میرا دوست بھی دوسرے پاکستانیوں کی طرح غلط فہمی کا شکار ہے' یہ بھی اس قبر سے عبرت تلاش کر رہے ہیں جب کہ مٹی کی ڈھیری بے ثباتی یا عبرت کی نشانی نہیں' یہ دنیا کے ایک نام ور حکمران کی سادگی' عظمت اور پرفارمنس کا عظیم شاہکار تھی' سلطان قابوس اور ان کی فیملی چاہتی تو وہ اس قبر کے گرد سونے کا مزار بنا سکتی تھی' یہ لوگ سلطان مرحوم کی قبر کو تاج محل بھی بنا سکتے تھے مگر یہ سلطان کی درویشی، سادگی اور حقائق پسندی کا مذاق ہوتا۔ سلطان قابوس کتنے بڑے انسان تھے آپ اس کا اندازہ صرف دو چیزوں سے لگا لیجیے۔ سلطان صاحب 1970ء میں جس گاڑی پر اقتدار سنبھالنے کے لیے محل آئے تھے ان کی وصیت کے مطابق ان کی میت بھی اسی 50 سال پرانی گاڑی میں ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچائی گئی اور یہ قبر بھی ان کی ہدایت پر سادہ اور عام رکھی گئی ۔ یہ اسے مزار نہیں بنوانا چاہتے تھے' یہ تھے سلطان قابوس۔ سلطان قابوس بن سعید جولائی 1970ء میں اومان کے بادشاہ بنے۔ اومان اس وقت خلیج کا پسماندہ ترین ملک تھا' پورے ملک میں صرف تین سڑکیں تھیں' بجلی اور ہسپتالوں کا نام تک نہیں تھا' پورے ملک میں کوئی تعلیمی ادارہ اور کوئی منڈی نہیں تھی' ملک قبائل میں تقسیم تھا اور تمام قبائل ایک دوسرے کے ساتھ برسر پیکار تھے اور اومانی باشندے دوسرے ملکوں میں مزدوری کرتے تھے۔ سلطان قابوس نے بسم اللہ کی اور اومان کو بدلنا شروع کر دیا۔ یہ کس قدر وژنری حکمران تھے آپ اس کا اندازہ ان کے صرف ایک قدم سے لگا لیجیے۔ یہ اپنے مخالفین کو بلواتے تھے اور ان کے جوان بچوں کو حکومت کے خرچ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکا اور یورپ بھجوا دیتے تھے' یہ بچے جب دنیا دیکھ کر اور اعلیٰ تعلیم پا کر واپس آتے تھے تو یہ ریاست کے دشمن سے ریاست کے سب سے بڑے دوست بن چکے ہوتے تھے۔ یہ بچے آج حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں' اومان اس وقت خلیج کا پر امن ترین اور خوش حال ترین ملک ہے۔ آپ انصاف' تعلیم' علاج' روزگار اور امن کسی بھی پہلو سے دیکھ لیں آپ کو اومان پورے خطے میں آگے ملے گا۔ مسقط اس وقت سنگا پور کے بعد دنیا کا صاف ترین شہر ہے۔ اومان خلیج کا واحد ملک ہے جس نے پارلیمنٹ اور حکومت میں خواتین کو 17 فیصد نمائندگی دی' آپ کو ہر حکومتی دفتر میں خواتین ملتی ہیں' سلطان کی پوری کابینہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے' وزراء آکسفورڈ' کیمبرج' ہارورڈ اور ہائیڈل برگ جیسی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہیں' مسجدوں کے امام بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں' آپ کسی گاؤں کے مفتی سے بھی بات کر لیں' وہ بھی اپنے لہجے اور تہذیب سے آپ کو حیران کر دے گا۔ پوری اسلامی دنیا تقسیم ہے۔ ایران اور سعودی عرب کے اندر شیعہ سنی اختلافات انتہا کو چھو رہے ہیں' پاکستان کے حالات بھی آپ کے سامنے ہیں لیکن اومان میں کسی قسم کی مسلکی تقسیم ہے اور نہ ہی قبائلی' لوگ نماز تک ایک ہی مسجد میں ادا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے آگے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔ آپ یونیورسٹیاں دیکھیں' آپ حیران رہ جائیں گے' آپ ہسپتال' سکول' کمیونٹی سنٹرز اور شاپنگ مالز دیکھیں' یہ بھی آپ کو حیران کر دیں گے اور آپ لوگوں کے روّیے بھی دیکھ لیں۔ آپ ان کی شائستگی' تہذیب اور مہمان نوازی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے' آپ کو اگر موقع ملے تو آپ صرف مسقط کی جامع سلطان قابوس دیکھ لیں یا پھر مسقط کے اوپیرا ہاؤس کا وزٹ کر لیں آپ کو دونوں ششدر کر دیں گے' آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکیں گے سلطان نے اوپیرا ہاؤس زیادہ اچھا تعمیر کیا یا پھر جامع مسجد اور آپ سڑکیں بھی دیکھ لیں' سلطان نے صحرا کے اندر تک سڑکیں پہنچا دیں اور یہ سارے کام ایک ہی سلطان کے دور میں ہوئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے سلطان نے یہ سب کیسے کیا؟ وہ ایک بادشاہ تھے اور بادشاہ عموماً عوام کو سوچنے' بولنے اور علم حاصل کرنے کا موقع نہیں دیتے' سلطان قابوس پچاس سال بادشاہ رہے اور انہوں نے بادشاہی کے باوجود اپنے لوگوں' اپنے معاشرے کو کھول دیا' کیوں اور کیسے؟ یہ سوال بہت اہم ہے اور ہم جیسے لوگوں اور معاشروں کے لیے اس میں روشنی کی بے شمار قندیلیں چھپی ہیں' سلطان قابوس کا پہلا کارنامہ امن تھا' سلطان نے 1970ء میں فیصلہ کیا تھا یہ اسلامی دنیا کے کسی تنازعہ کا حصہ بھی نہیں بنیں گے اور یہ کسی کے ساتھ جنگ بھی نہیں کریں گے چناں چہ اومان پچاس سال میں کسی عالمی یا اسلامی تنازعہ میں فریق نہیں بنا۔ اس دوران ایران میں انقلاب آیا' افغان وار ہوئی' عراق اور ایران جنگ ہوئی' سنی اور شیعہ تنازعہ بنا' عرب ممالک میں ''انقلابی بہار'' آئی اور آخر میں یمن میں جنگ چھڑ گئی مگر اومان ہر معاملے میں نیوٹرل رہا۔

آپ سلطان قابوس کی ذہانت ملاحظہ کیجیے' اومان کی سرحدیں یمن' یو اے ای اور سعودی عرب سے ملتی ہیں' اومان کے تینوں ملکوں کے ساتھ سرحدی

تنازعات بھی پیدا ہوئے لیکن سلطان قابوس نے لڑنے کی بجائے یو اے ای کے شیخ زید بن سلطان النہیان کو دعوت دی' نقشہ ان کے سامنے رکھا اور ان سے کہا آپ اس پر لکیر لگا دیں' ہم اس لکیر کو سرحد مان لیں گے لیکن ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے نہیں۔ شیخ زید نے نشان لگا دیا اور اومان نے اسے سرحد مان لیا' تنازع ختم ہو گیا' یمن اور سعودی عرب کے ساتھ بھی سرحدی تنازعے اسی طرح سیٹل کیے گئے' سلطان کہتے تھے ''ہم ہمسایوں کے ساتھ لڑ کر امن سے نہیں رہ سکیں گے'' چناں چہ یہ بڑے سے بڑا ایشو بھی گفتگو کے ذریعے حل کرتے تھے' سلطان قابوس کے دور میں اومان نے خود جنگ کی اور نہ یہ کسی جنگ کا حصہ بنا' یہ ملک ہر دور میں ثالث رہا' یہ متحارب گروپوں کے درمیان صلح کراتا رہا' یہ اس وقت بھی یمن کے دو اطراف کے زخمیوں کا ایک ہی ہسپتال میں علاج کرتے ہیں۔ یہ میرٹ پر بھی بے انتہا یقین رکھتے تھے' اومان میں پچھلے پچاس برسوں میں تمام عہدوں پر صرف اور صرف اہل لوگوں کو تعینات کیا گیا اور وہ اہل لوگ خواہ سلطان کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں انہیں کوئی نوکری اور ترقی سے نہیں روک سکتا تھا۔

تیسرا یہ انصاف اور عدل پر بھی کمپرومائز نہیں کرتے تھے' یہ ہو نہیں سکتا تھا ملک کا کوئی طاقت ور شخص کسی کمزور کا حق مارے اور ریاست اس پر خاموش رہے' سلطان نے اربوں روپے کے پلازے اور زمینیں حق داروں کو واپس کرائیں اور اس عمل میں کسی کا دباؤ قبول نہیں کیا۔ مسقط کے اندر الموج (ویوز) نام کا ایک وسیع رہائشی کمپاؤنڈ ہے' یہ سمندر کے کنارے ہے اور یہ ہر لحاظ سے دوبئی لگتا ہے' یہ انٹرنیشنل کمیونٹی کا کمپاؤنڈ ہے' آپ اس میں داخل ہوں آپ کو محسوس ہوگا آپ کسی عرب ملک کی بجائے یورپ میں پھر رہے ہیں' اسلامی دنیا کے زیادہ تر معزول حکمرانوں کے خاندان الموج میں رہتے ہیں' کرنل قذافی کی فیملی بھی یہاں رہتی ہے اور شام' یمن' عراق اور لبنان کے معزول حکمرانوں اور وزرائکے بچے بھی۔ سلطان قابوس حالات کے شکار حکمرانوں کے برے وقت کے ساتھی ثابت ہوتے تھے' یہ ہر لٹے پٹے حکمران اور اس کے خاندان کے لیے اپنے دروازے کھول دیتے تھے' شاید یہی وجہ ہے ان کے جنازے میں وہ تمام لوگ موجود تھے جنہیں پوری دنیا مل کر ایک جگہ نہیں بٹھا سکی' مصر کے مورسی اور السیسی دونوں گروپ ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں' یمن میں حوثیوں اور حکومت کے درمیان لڑائی چل رہی ہے' شام میں تین مختلف اسلامی طاقتیں ایک دوسرے کے سر اُتار رہی ہیں اور ایران اور سعودی عرب کا تنازعہ بھی آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے مگر آپ سلطان قابوس کا کمال دیکھیے' ان سب طاقتوں کے سربراہ اور نمائندے سلطان کے جنازے میں موجود تھے۔ یہ سب مل کر ان کے درجات کی بلندی کی دعا کر رہے تھے' آپ یہ دیکھیے اومان واحد عرب ملک ہے جس میں کوئی ولی عہد نہیں تھا' سلطان کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کھولی گئی' سلطان نے ہیثم بن طارق السعید کو بادشاہ نامزد کیا تھا اور پورے خاندان اور ملک میں سے کسی نے چوں تک نہ کی' ہر شخص نے سلطان کے فیصلے پر آمین کہہ دی' پوری دنیا کا خیال تھا سلطان قابوس کے بعد تخت اور تاج کے ایشو پر اومان بکھر جائے گا لیکن سلطان کے اخلاص اور محبت نے انتقال کے بعد بھی ملک کو جوڑے رکھا۔

ملک میں کسی جگہ بغاوت ہوئی اور نہ شورش' کسی نے مخالفانہ آواز تک نہیں نکالی اور سلطان بلا کے مستقل مزاج بھی تھے' یہ جو کام شروع کر دیتے تھے یا اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیتے تھے' یہ ہو نہیں سکتا تھا سلطان قابوس نے کوئی کام شروع کیا ہو اور وہ کام مکمل نہ ہوا ہو چناں چہ میں سمجھتا ہوں سلطان قابوس کی قبر صرف قبر نہیں یہ اسلامی دنیا کے تمام حکمرانوں کے لیے روشن مثال ہے اور یہ مثال ثابت کرتی ہے انسان اگر دنیا میں کچھ کرنا چاہے تو یہ پوری قوم کا مقدر بدل سکتا ہے اور اس کے جانے کے بعد اس مٹی کی چھوٹی سی ڈھیری دنیا کا سب سے بڑا مقبرہ بن سکتی ہے۔ لوگ اس کی کچی قبر کی مٹی کو سرمہ بنا لیتے ہیں اور سلطان قابوس زندہ تھے تو یہ کمال تھے' یہ انتقال فرما گئے تو یہ کمال سے بھی بڑا کمال بن گئے' یہ ثابت کر گئے لوگوں کی خدمت کرنے والے حکمران مزاروں اور مقبروں کے محتاج نہیں ہوتے' ان کی کچی قبریں بھی تاج محل سے بڑی اور قیمتی ہوتی ہیں۔

***

فرزانہ فرحت لندن

تیرے بنا مجھکو مرا گھر کاٹ رہا ہے
تو ہے کہ محبت کا شجر کاٹ رہا ہے

جو تیرے بچھڑنے پہ کبھی مجھ کو ملا تھا
اس غم کو دعا وَں کا اثر کاٹ رہا ہے

اس آس پہ بیٹھی ہوں میں کشتی کو سنبھالے
طوفان بلا خیز بھنور کاٹ رہا ہے

یہ دل جو محبت کی مسافت میں چلا تھا
دکھ درد اذیت کا سفر کاٹ رہا ہے

سوچا تھا کہ مل جا ئیگا فرحتؔ بھرا موسم
یہ عشق مگر جان و جگر کاٹ رہا ہے

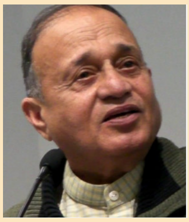

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست

اس بار عظیم الشان مشاعرے کا انعقاد ہوا، سیمی برلاس، جاوید القادری کی کتب کا تعارف

رپورٹ وفوٹو۔امجد مرزاامجد

ہر ماہ کی پہلی اتوار کو ایک بجے والتھم سٹو کی سنٹرل لائبریری میں والتھم فاریسٹ کمیونٹی فورم لندن کی جانب سے عظیم الشان مشاعرہ اور ادبی محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔اس بار 2 فروری 2020 کو بھی ایک بجے ادبی محفل کا انعقاد ہوا۔حسب معمول امجد مرزاا نے نظامت کے فرائض ادا کئے۔اسٹیج پر تنظیم کے صدر جناب ڈاکٹر شوکت نواز خان کے علاوہ آج کے مشاعرے کی صدارت معروف شاعرہ محترمہ سیمیں برلاس صاحبہ نے کی جبکہ مہمان خصوصی کینڈا سے تشریف لائی ہوئی ممتاز شاعرہ محترمہ چاند سلیم چنداؔ تھیں۔ امجد مرزا نے تلاوت قرآن پاک کی تلاوت سے محفل کی ابتدا کی جس کے بعد معروف گلوکار جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے اپنی خوبصورت آواز میں حمد باری تعالی پیش کی۔ مشاعرے کا آغاز امجد مرزا نے اپنی ایک غزل سے کیا جن کے بعد محمد جہانگیر نے اپنے خاص انداز میں مزاحیہ نظم پیش کر کے محفل میں نہایت خوشگوار رنگ بھر دیا اور داد وصول کی۔ان کے بعد اسلم چغتائی جو کہ معروف اداکار بھی ہیں اپنے تین قطعات کی مناسبت سے بڑی فنکارارانہ اداکاری کے ساتھ پیش کر کے خوب داد وصول کی۔آپ کے بعد انڈیا کے نوجوان شاعر جو حال ہی میں لندن تشریف لائے جناب آنشام اگروال اختیارؔ نے اپنی تین مختصر غزلیں پیش کر کے تالیوں کی بار بار گونج میں داد پائی۔جن کے بعد ارشاد محمد خان محمود علی محمودؔ، رمضان شائق نصیر پوری، عبدالقدیر کوکبؔ، کامران رعد، جاوید القادری، فیاض عادل فاروقی نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔جاوید القادری صاحب نے اپنی ضخیم کتاب ''عطائے عقیدت'' کے بارے میں روشنی ڈالی جس میں ساٹھ ہزار سے زائد اشعار ہیں جن میں سیرت النبی، نعت اور منتخب مقامات پر اشعار لکھے گئے، انشاءاللہ چند ماہ بعد ان کی کتاب کی تقریب رونمائی بھی اسی محفل میں ہوگی۔ان کے بعد اسٹیج سے مہمان شاعرہ محترمہ چاند سلیم چنداؔ نے آج کی محفل کے بارے میں فرمایا کہ مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ لوگوں نے لندن میں سابقہ چودہ برسوں سے اتنی خوبصورت ادبی محفل کی رونقیں سجا رکھی ہیں۔ مجھے آج بھرے ہوئے اس ہال میں لندن کے معروف شعراو شاعرات کو دیکھ کر دلی خوشی ہوئی۔ساتھ ہی میں امجد بھائی کی شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے اتنی عزت دی اور اسٹیج پر مہمان خصوصی کے طور پر بٹھایا۔گو آج کینیڈا کے سفر سے بہت تھکاوٹ تھی مگر جب بھائی ارشاد خان صاحب نے بتایا تو نہ رہ سکی اور دلی خوشی ہوئی یہاں آ کر۔''اس کے بعد انہوں اپنی غزل سنا کر بھرپور داد وصول کی۔ان کے بعد آج کی صدر محفل معروف شاعرہ جن کے پہلے مجموعہ کلام ''ندا'' کا دوسرا ایڈیشن امجد مرزا نے شائع کیا جو میز پر موجود تھا جس کے بارے میں امجد مرزا نے پہلے اعلان کیا تھا کہ اس کی قیمت کراچی کے معذور بچوں کی تنظیم میں بھیجی جائے گی لہذا کافی لوگوں نے کتاب خریدی۔سیمی برلاس صاحبہ نے ان تمام صاحبان کا شکریہ ادا کیا اور امجد مرزا کا بھی جنہوں نے کافی محنت کے بعد ان کی کتاب کا دوسرا ایڈیشن اپنے پبلشنگ ادارے ''سویرا اکیڈیمی، لندن'' سے شائع کیا۔انہوں نے حمد پیش کی اور داد وصول کی۔

آخر میں ڈاکٹر شوکت نواز صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، امجد مرزا نے اعلان کیا کہ انشاءاللہ اگلے ماہ کی پہلی اتوار مورخہ یکم مارچ کو اسی ہال میں ایک بجے ادبی محفل کا انعقاد ہوگا جس میں علامہ محمد اسماعیل صاحب کی کتاب ''فضائل سورۃ یاسین'' کی تقریب رونمائی کے بعد حسب معمول مشاعرہ بھی ہوگا۔ پروگرام کی ابتدا میں تمام مہمانوں کی خاطر تواضع مزیدار کیک بسکٹ اور چائے سے کی گئی جو پروگرام کے اختتام تک جاری رہی۔

جنگ کا خطرہ

امریکہ ایران کشیدگی۔نشانہ کون؟؟ (ادارہ)

دنیا کی نظریں پھر پاکستان پر جم گئیں بہت جلد امریکہ پاکستان کو یہ پیغام بھیجنے والا ہے کہ وہ ایران کے خلاف بلوچستان میں امریکی فوج کو پناہ دے وگرنہ پاکستان کو اس جنگ میں امریکہ کے خلاف سمجھا جائے گا۔ایسا ہی ایک پیغام مشرف دور میں بھی آیا تھا کہ پاکستان افغانستان کے خلاف ہمارا ساتھ دے وگرنہ پاکستان کو اس جنگ میں امریکہ کے خلاف سمجھا جائے گا مشرف نے بنا کوئی بحث کیے بنا کوئی شرط رکھے امریکہ کو ویلکم کہا جس پر امریکہ پریشان ہو گیا کیونکہ امریکہ کا اصل حدف تو پاکستان تھا پھر کیا ہوا آپ سب کے سامنے ہے گیم یہ تھی کہ پاکستان کبھی مانے گا نہیں اور ہم افغانستان کو چھوڑ کر پاکستان پر چڑھ دوڑیں گے۔کیوں ایران کا سب سے بڑا دوست اور بزنس پاٹنر انڈیا بھی پوری طرح خاموش ہے؟ جبکہ انڈیا 24 گھنٹے امریکہ کی چاپلوسی میرا مطلب TC کرتا رہتا ہے اور امریکہ کو اپنا آقا جانتا ہے تو اس پورے سیناریو میں انڈیا کہاں کھڑا ہوگا؟ کیوں سعودیہ بھی امریکی جنگی بیڑے کی ایران کی طرف پیش قدمی پر خاموش ہے جبکہ سعودیہ اور ایران خود ہی ایک دوسرے کے بڑے دشمن ہیں؟ اس جنگ میں سعودیہ کہاں کھڑا ہوگا؟ دوسری طرف اسرائیل امریکہ کو ایران کے ساتھ براہ راست جنگ کرنے سے باز کر رہا ہے اور اسے سعودیہ کو ایران کے ساتھ لڑوانے کی تلقین کر رہا ہے؟ ایک بحث یہ بھی ہے کہ امریکہ و ایران جنگ کی صورت میں کس نے کہاں سے مورچہ سنبھالنا ہے؟ سعودیہ براستہ عراق یا پاکستان براستہ بلوچستان کیونکہ ایران کی بڑی اور محفوظ سرحدیں تو انہیں ملکوں سے ملی ہوئی ہیں ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس جنگ سے کس کا نقصان اور کس کا فائدہ ہوگا یقیناً جو امریکہ کے ساتھ کھڑا ہوگا اسی کو فائدہ ہوگا وہی خوب ڈالر کمائے گا جیسا کہ پاکستان امریکہ افغان جنگ میں پاکستان بھی اس سہولت سے بہت دیر تک فائدہ اُٹھاتا رہا ہے اور اربوں ڈالر سالانہ بطور امداد لیتا رہا ہے خیر ہم یہ بھی بھول رہے ہیں کہ جہاں پاکستان و عراق کی بڑی سرحدیں ایران کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں وہیں ترکی کی سرحد بھی ایران کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔یعنی کہانی میں ٹوسٹ امریکہ اور ترکی بھی تو ایک دوسرے کے بڑے حریف مانے جاتے ہی تو کیا یہ شرینتر ترکی کے لیے رچایا جا رہا؟ کیونکہ 2023 میں ترکی پر لگی 100 سال کی تمام پابندیاں ختم ہونے والی ہیں 100 سال کی پابندیوں میں رہ کر ترکی نے جو ترقی کی وہ قابل تعریف ہے پابندیاں ہٹ گئیں تو ترکی کہاں پہنچ جائے گا؟

اب یہ سوال بھی ڈٹ کر کھڑا ہے کہ اس لڑائی میں ترکی کہاں کھڑا ہوگا؟ خیر واپس آ جائیں ترکی ابھی بہت دور ہے ترکی میں گھسنے کے لیے 50% ایران فتح کرنا ہوگا اور ایران کو فتح کرنے کے لیے پاکستان کو اس لڑائی میں شامل کرنا ہوگا اور پاکستان و ایران کی سرحد بلوچستان میں واقع ہے اور بلوچستان میں سی پیک بن رہا ہے! چین سی پیک کا نام لیتے ہی ہمارے ذہن میں چین آتا ہے کیونکہ چین کی مہربانی سے ہی تو سی پیک پروان چڑھ رہا ہے اب دنیا کچھ بھی کہے اس وقت دنیا کی معاشی سپر پاور تو چین ہی ہے اور متوقع سپر پاور بھی اور یہ بات امریکہ بہادر کو کہاں ہضم ہو رہی ہے اس کھینچا تانی میں چین کہاں کھڑا ہوگا چین تو ہرگز امریکہ کو بلوچستان میں قدم نہیں جمانے دے گا کیونکہ گوادر پورٹ پر چین اربوں روپیہ لگا چکا ہے اور بدقسمتی یہ کہ گوادر سے پانی کے راستے ایک 1 گھنٹے کی مسافت پر ایران کی سرحد ہے یعنی پورے بلوچستان میں ایران کے قریب سرحد گوادر ہے۔اور جنگ کے لئے نہایت مناسب جگہ بھی یعنی اگر ایران و امریکہ جنگ ہوتی ہے امریکہ بلوچستان میں قدم رکھ لیتا ہے تو ہمارا سی پیک 40-30 سال کے لیے کھڈے لائن لگ جاتا ہے۔اب مجھے ایک مرد مجاہد جنرل حمید گل کی بات یاد رہی ہے انہوں نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ جس دن امریکہ ایران پر حملہ کرے گا اس دن آ کر میری قبر پر پیشاب کر دینا۔میرے نزدیک آج بھی جنرل حمید گل کی بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ امریکہ کا نشانہ افغانستان یا ایران نہیں پاکستان کی ترقی اور ایٹمی اثاثے ہیں جو امریکہ کے لئے پریشان کن ہیں۔اور پچھلے دنوں سے تو تیل و گیس کے ذخائر کی خبریں بھی بہت گرم تھی پھر اچانک یہ کیا ہوا کہ تیل کے ذخائر نہیں ملے کا اعلان کرنا پڑ گیا جبکہ 3 دن پہلے کی ہیڈ لائن یہ تھی کہ ڈرلنگ مکمل تیل کے ذخائر کی مقدار کو جانچنے کا عمل شروع؟۔

۞-ایگزون موبیل کا ڈرلنگ کرنا۔ ۞- پریشر کِک کا ملنا۔ ۞-ڈرلنگ مکمل ہو جانا۔ ۞- ذخائر کی مقدار کو جانچنے کا عمل شروع ہو جانا۔ ۞۔ڈرلنگ والی جگہ کو ایک دم پاک بحریہ کا سیکیورٹی حصار میں لے لینا۔ ۞- ڈرلنگ بند ۞-امریکہ ایران ٹینشنز ۞-ایرانی سرحد سے ڈرلنگ والی جگہ صرف تین سو کلومیٹر دور۔ ۞- کُھلے سمندر کو علاقہ غیر قرار دے دینا۔ ۞- ۔پاک بحریہ کے چیف کا عمران خان سے ملنا۔یقیناً معاملہ سیکیورٹی رسک ہو گیا ہے ایران بھارت گٹھ جوڑ تو سب کے سامنے ہے اب امریکہ کیسے چاہے گا کہ پاکستان سے تیل نکل آئے کیونکہ اس خطے کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان ہے اور اگر تیل بھی نکل آیا تو معاشی طاقت بھی ہم بن جائیں گے تو اس خطے پر پاکستان کی حکومت ہو گی اور امریکہ کا راستہ بند ہو جائے گا۔تو کل ملا کر بات یہ ہے کہ گھیرا پاکستان کے گرد ہی تنگ کیا جا رہا ہے۔آزمائش کی گھڑی ہے پاکستانی قوم کے لئے اپنی فوج کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ بس رہے۔نام اللہ کا پاکستان زندہ باد۔

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

روایتی بیویوں کے چند معروف طنز اور طعنے جو تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھے جانے چاہئیں۔

✪ آپ کے سارے بھائی اتنے چالاک ہیں آپ کیوں اتنے بیوقوف ہیں۔✪ سارے تکیے آپ نے تروڑ مروڑ کر برباد کر دیئے ہیں۔✪ آپ کے گھر والوں نے کبھی مجھے بہو تسلیم نہیں کیا۔✪ آپ کبھی میری بات نہیں مانتے۔✪ میری طبعیت اتنی خراب ہے لیکن آپ کو تو پرواہ ہی نہیں۔✪ بچے میری بات نہیں مانتے اور آپ انہیں کچھ نہیں کہتے۔✪ مجھے لگتا ہے میں کوئی فالتو چیز ہوں۔✪ ویسے کیا سوچ کر شادی کی تھی مجھ سے۔✪ شادی سے پہلے تو ایسے نہیں تھے آپ۔✪ کتنے دن سے آپ نے مجھ سے حال بھی نہیں پوچھا۔✪ بندہ خوش کرنے کے لیے ہی کہہ دیتا ہے کہ جو دل کرے مانگ لو آج۔✪ میں آپ کے فائدے کے لیے ہی سمجھاتی ہوں۔✪ میں کبھی آگے سے بولی ہوں؟✪ جب میں بات کر رہی ہوں تو میری طرف دیکھا کریں۔✪ اپنی دفعہ آپ کو بڑا غصہ آتا ہے۔✪ آپ نے مجھے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔✪ چاہیے اپنی مرضی کیا کریں بندہ مشورہ تو کر لیتا ہے۔

✪ کرنا اپنی مرضی کا ہوتا ہے اس لیے مجھ سے مت پوچھا کیجے۔✪ آپ کے بھائی ہر بات میں بیویوں سے مشورہ کرتے ہیں اور ایک آپ ہیں؟۔ پوسٹ کو ہنسی مذاق تک محدود رکھا جائے ورنہ نتائج کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔

ضرور پڑھیں اور سوچیں سوچنا جرم نہیں پیارو: فرانس کا ایک وزیر تجارت کہتا تھا برانڈڈ چیزیں مارکیٹنگ کی دُنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہوتی ہیں جنکا مقصد تو امیروں سے پیسہ نکلوانا ہوتا ہے مگر غریب اس سے بہت متاثر ہو رہے ہوتے ہیں۔کیا یہ ضروری ہے کہ میں Iphone اُٹھا کر پھروں تا کہ لوگ مجھے ذہین اور سمجھدار مانیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ میں روزانہ MAC یا KFC کھاؤں تا کہ لوگ یہ نا سمجھیں کہ میں کنجوس ہوں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ میں روزانہ دوستوں کے ساتھ اُٹھک بیٹھک Downtown Cafe پر جا کر لگایا کروں تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں خاندانی رئیس ہوں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ میں Gucci, Lacoste, Adidas یا Nike سے کپڑے لیکر پہنوں تو جینٹل مین کہلایا جاؤں گا؟ کیا یہ ضروری ہے کہ میں اپنی ہر بات میں دو چار انگریزی کے لفظ ٹھونسوں تو مہذب کہلاؤں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ میں Adele یا Rihanna کو سنوں تو ثابت کر سکوں کہ میں ترقی یافتہ ہو چکا ہوں؟ نہیں یار!!! میرے کپڑے عام دکانوں سے خریدے ہوئے ہوتے ہیں، دوستوں کے ساتھ کسی تھڑے پر بھی بیٹھ جاتا ہوں، بھوک لگے تو کسی ٹھیلے سے لیکر کھانے میں بھی عار نہیں سمجھتا، اپنی سیدھی سادی زبان بولتا ہوں۔ چاہوں تو وہ سب کر سکتا ہوں جو اوپر لکھا ہے لیکن... میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو میری Adidas سے خریدی گئی ایک قمیص کی قیمت میں پورے ہفتے کا راشن لے سکتے ہیں۔ میں نے ایسے خاندان دیکھے ہیں جو میرے ایک Mac برگر کی قیمت میں سارے گھر کا کھانا بنا سکتے ہیں۔بس میں نے یہاں سے راز پایا ہے کہ پیسے سب کچھ نہیں، جو لوگ ظاہری حالت سے کسی کی قیمت لگاتے ہیں وہ فوراً اپنا علاج کروائیں۔ انسان کی اصل قیمت اس کا اخلاق، برتاؤ، میل جول کا انداز، صلہ رحمی، ہمدردی اور بھائی چارہ ہے۔ نہ کہ اسکی ظاہری شکل وصورت۔!!

مختلف بیویاں اپنے شوہروں سے لڑتی ہوئیں

✪ پائلٹ کی بیوی: زیادہ مت اُڑو! سمجھے؟۔

✪ ٹیچر کی بیوی: مجھے مت سکھاؤ! یہ اسکول نہیں۔

✪ ڈینٹسٹ کی بیوی: دانت توڑ کر ہاتھ میں دے دوں گی۔

✪ حکیم کی بیوی: نبض دیکھے بغیر طبیعت درست کر دوں گی۔

✪ ڈاکٹر کی بیوی: تمہارا الٹرا ساؤنڈ تو میں ابھی کرتی ہوں۔

✪ فوجی کی بیوی: تم اپنے آپ کو بڑی توپ چیز سمجھتے ہو۔

✪ شاعر کی بیوی: تمہاری ایسی تقطیع کروں گی کہ ساری بحریں اور نہریں بھول جاؤ گے۔

✪ ایم بی اے کی بیوی: مائنڈ یور اون بزنس۔

✪ وکیل کی بیوی: تیرا فیصلہ تو میں کرتی ہوں۔

✪ ڈرائیور کی بیوی: گیئر لگا اور نکل یہاں سے۔

✪ ویلس مین کی بیوی: ایسی چھترول کرواؤنگی کہ نانی یاد آجائیگی۔

✪ مولوی کی بیوی: ابھی پڑھتی ہوں۔

✪ **گھر کا سربراہ!** گھر کا سربراہ بننا اتنا آسان نہیں، سربراہ کی حالت ٹین کے اس شیڈ کی طرح ہوتی ہے جو ہر طرح کی موسمی سختیاں جھیلتا ہے مگر اس کے سائے میں رہنے والے کہتے ہیں۔ ''شور بہت کرتا ہے اور گرم بھی جلدی ہو جاتا ہے۔''

ایک سندھی: ایک پٹھان، ایک بلوچ، ایک مہاجر اللہ میاں کے پاس شکایت لے کر گئے۔ ''پیارے اللہ میاں! سیکریٹریز پنجابی ہیں، پولیس پنجابی ہے، رینجرز پنجابی، ایف آئی اے پنجابی، جج پنجابی، نیب افسران پنجابی ہیں۔ کیوں؟ کس طرح؟ آخر کس لئے؟'' اللہ میاں نے فرشتے کو بُلا کر حکم دیا کہ فوراً ان سب کا مسئلہ حل کرو۔ فرشتہ ان سب کو ایک کونے میں لے گیا اور پوچھا، ''ہُن دَسو، تہاڈا

رَولا کی اَئے''!!

اچھا دوست ایک نعمت ہے: ایک بہت بڑے فلاسفر کا کہنا ہے کہ تمہارے ہر درد کی دوا تمہارے پرانے دوست ہیں اپنے پرانے سکول کالج کے دوستوں سے رشتہ رکھا کرو۔ یہ وہ حکیم ہیں جو الفاظ سے علاج کر دیتے ہیں عمر کی چادر کھینچ کر اُتار دیتے ہیں یہ کمبخت دوست کبھی بوڑھا نہیں ہونے دیتے۔ بچے وصیت پوچھتے ہیں۔ رشتے حیثیت پوچھتے ہیں۔ وہ دوست ہی ہیں جو آپ سے آپ کی خیریت پوچھتے ہیں۔

ہمارے دوہرے نام: ایک سکول ٹیچر کا کہنا ہے کہ امتحانی مرکز میں میری ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ اس کا بیٹا بھی اسی سنٹر میں امتحان دے رہا ہے اس کا خیال رکھنا کہتا ہے ایک دن موقع پا کر اس کے پاس گیا اور پوچھا کوئی مسئلہ تو نہیں؟ اس دن اسلامیات کا پرچہ تھا، اس نے ایک سوال دکھایا کہ ''کوئی سے تین اولوالعزم پیغمبروں کے نام لکھیں کا جواب چاہیئے۔ میں نے کوشش کی کہ کسی طرح رازداری سے اسے ایسے جواب لکھوادوں کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور کام بھی ہو جائے، ورنہ اچھی خاصی بدنامی ہو جاتی تھی اور وہ بھی اسلامیات میں۔ میں نے لڑکے سے کہا کہ جواب میں اپنے تینوں ماموؤں کے نام لکھ دے۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کے تین ماموں ہیں جن کے نام ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ہیں۔ اگلی راؤنڈ میں جب میں نے پیپر دیکھا تو لڑکے نے جواب میں لکھا تھا گڈو ماموں، ٹونی ماموں اور چیکو ماموں۔۔

پاکستان کا ٹیلنٹ: ایک نوجوان نے کراچی کی ایک کمپنی سے سیلز مینی کی جاب چھوڑی اور بہتر مستقبل کی تلاش میں کینیڈا چلا گیا۔۔۔ وہاں اس نے ایک بڑے ڈیپارٹمینل اسٹور میں سیلز مین کی پوسٹ پر ملازمت کیلئے اپلائی کیا۔۔۔ اس اسٹور کا شمار دنیا کے چند بڑے اسٹورز میں ہوتا تھا جہاں سے آپ سوئی سے جہاز تک سب کچھ خرید سکتے ہیں۔

...اسٹور کے مالک نے انٹرویو کے دوران پوچھا'' آپکے ڈاکومنٹس کے مطابق آپ کا تعلق کسی ایشیائی ملک پاکستان سے ہے۔۔۔ پہلے بھی کہیں سیلز مینی کی جاب کی۔ سال کراچی پاکستان کی ایک کمپنی میں جاب کر چکا ہوں مالک کو یہ لڑکا پسند آیا دیکھو۔۔۔ میں آپ کو جاب دے رہا ہوں۔۔۔ آپ نے اپنی کارگردگی سے میرے فیصلے کو درست ثابت کرنا ہے۔۔۔ کل سے آ جاؤ۔۔۔ گڈ لک اگلے دن وہ پاکستانی لڑکا اپنی جاب پر پہنچا۔۔۔ پہلا دن تھا۔۔۔ طویل اور تھکا دینے والا دن۔۔۔ بہرحال شام کے چھ بج گئے۔۔۔ مالک نے اسے اپنے دفتر میں بلایا'' ہاں بھئی۔۔۔ اپ نے آج دن میں کتنی سیل ڈیل کیں؟'' ''ایک'' اس نے جواب دیا۔ صرف ایک'' مالک مایوسی سے بولا'' دیکھو۔۔۔ میرے سیلز مین دن میں کم سے کم 20 سے 30 ڈیلز کرتے ہیں۔۔۔ آپ کو اپنی کارکردگی کو بہتر بنانا ہو گا ورنہ مشکل ہو جائیگی۔۔۔ بہتر سر۔ مالک نے پھر پوچھا۔ اچھا۔۔۔ یہ بتاؤ تمہاری یہ ڈیل کتنے ڈالر کی تھی؟۔۔۔ سر نو لاکھ پچاس ہزار سات سو نو ڈالر کی'' وہ بولا'' کیا۔۔۔ نو لاکھ ڈالر۔۔۔ نو لاکھ ڈالر کی ایک ڈیل۔ مالک حیرت سے کھڑا ہو گیا تھا۔ نو لاکھ نہیں۔

...سر۔۔۔ نو لاکھ پچاس ہزار سات سو نو ڈالر... او خدا کے بندے! کیا بیچا" ملک چیخ ہی پڑا تھا'سر! ایک آدمی آیا۔ پہلے میں نے اسے مچھلی پکڑنے والی چھوٹی، پھر درمیانی اور پھر سب سے بڑی رسی ROD بیچی۔۔۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ وہ مچھلی کہاں پکڑنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ سمندر کے خاموش پانیوں میں۔۔۔ تو میں نے اسے کہا کہ تب تو اسے ایک کشتی کی ضرورت ہو گی۔۔۔ میں اسے کشتی والے پورشن میں لے گیا۔۔۔ اس نے ایک بڑی کشتی خریدی۔۔۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ اس کی گاڑی یہ کشتی ساحل تک نہیں لے جا سکے گی۔۔۔ میں اسے آٹوموبائل والے پورشن میں لے گیا۔۔۔ جہاں اس نے ایک 4*4 بلیزر گاڑی خریدی۔۔۔ پھر میں اسے کہا کہ'' آپ کسی ہوٹل کے خشک کمرے میں ٹھہریں گے یا رونق بھرے جگمگاتے جاگتے ساحل پر "اسے میرا آئیڈیا پسند آیا۔۔۔ اور ساحل پر رات گزارنے کیلئے ایک 6x6 کا خیمہ، خیمہ ڈیپارٹمنٹ سے خریدا۔۔۔ کھانے پینے کی چیزوں، میوزک سسٹم، کچھ دیگر ضروری سامان کے علاوہ دو کارٹن بیئر کے خریدے۔۔۔ مالک گویا پاگل ہونے کو تھا۔۔۔ یعنی۔۔۔ ایک ہی گاہک کو تم نے یہ سب کچھ بیچا۔۔۔ ایک ہی گاہک جو صرف مچھلی پکڑنے والی چھوٹی Rod خریدنے آیا تھا... جی نہیں۔۔۔ وہ بوریت اور یکسانیت کی وجہ سے سر میں ہونے والے درد کو دور کرنے کیلئے گولی خریدنے آیا تھا۔۔۔ میں نے اسے بتایا کہ گولی کی بجائے وہ مچھلی پکڑنے جیسی دلچسپ ایکٹویٹی کیوں شروع نہیں کر دیتا۔۔۔ بس پھر اس نے ایک ڈالر کی دو گولیوں کی ڈیل کی بجائے ساڑھے نو لاکھ۔۔۔'' مالک'' او بھائی۔۔۔ تو کہاں سے آیا ہے۔'' سر یہ سب ہم نے عمران خان صاحب سے سیکھا ہے۔'' اس نے عوام کو موٹی ویٹ کیا کہ 65 کا پٹرول مہنگا ہے تمہیں 120 کا سستا والا پٹرول خریدنا چاہیے۔

تبدیلی کے ارادے: ایک مچھر رات کو گھر آ کر رومینٹک انداز میں بیوی کو بولا جان میں تمہارے لیے شیر کا شکار کروں گا بیوی بولی کافی رات ہو گئی ہے سو جائیں مچھر پھر بولا میں تمھارے لئے ہاتھی کا شکار کر کے اس کا خون تمھارے لئے لاوں گا بیوی بولی کافی رات ہو گئی ہے سو جائیں مچھر پھر بولا میں تمھارے لئے خون کے ڈرم بھر دوں گا تا کہ تمھیں آئندہ محنت نہ کرنی پڑے بیوی بولی کافی رات ہو گئی ہے سو جائیں مچھر پھر بولا میں تمھیں پوری دنیا گھماوں گا اور سونے ہیرے جواہرات سے تمھیں لاد دوں گا بیوی غصے سے بولی۔ آپ سے پہلے بھی کہا ہے عمران خان کو کاٹنے کے بعد سیدھے گھر مت آیا کریں۔

***

مفید ٹوٹکے

سردار فضل عمر ڈوگر

(1) چوپر اور بلینڈر کو ہر ماہ تھوڑا سا نمک ڈال کر پانچ منٹ تک چلائیں چھریاں تیز ہو جائیں گی۔(2) اگر سنک میں کچرا جمع ہو جائے تو دو کھانے کے چمچے سوڈا بائیکاربونیٹ سنک ڈرین میں ڈال کر اوپر سے ایک کپ سرکہ ڈال دیں۔ایک گھنٹے میں بند ڈرین کھل جائے گا۔(3) کوئی بھی چیز تلتے ہوئے کڑاہی میں دو یا تین بوند لیموں کے رس کی ڈال دیں تو تیل۔تلی ہوئی چیز میں کم جذب ہوگا۔(4) چمڑے کے سینڈل میلے ہو جائیں تو تارپین کے تیل سے بالکل صاف ہو جائیں گے۔(5) ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئل پینٹنگ کے اوپر پھیریں پینٹنگ چمک اٹھے گی۔(6) سوئچ بورڈ کو چمکانے کیلئے نیل پالش ریموور کو کسی بھی کپڑے یا روئی پر لگا کر صاف کریں تو وہ چمک اٹھے گا۔(7) فرش پر اگر روغن کے دھبے پڑ جائیں تو انہیں مٹی کے تیل کی مدد سے دور کریں۔(8) ٹوتھ پیسٹ چھالوں پر لگانے سے چھالے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔(9) کپڑے پر اگر سیاہی یا بال پوائنٹ کی لکیریں لگ جائیں تو انہیں اسپرٹ سے صاف کریں۔(10) فرش پر اگر پیلے بدنما داغ پڑ جائیں تو پانی میں سرکہ اور سرف ملا کر دھوئیں فرش جگمگا اٹھے گا۔(11) پنیر کو گرم پانی میں ڈال کر تھوڑی دیر رکھیں اور پھر اسے کسی بھی سبزی میں ڈال کر پکائیں پنیر نہیں ٹوٹے گا۔(12) میتھی کی کڑواہٹ دور کرنے کے لئے اس میں نمک اور ہلدی مکس کریں کچھ دیر رکھنے کے بعد دھو لیں۔کڑواہٹ ختم ہو جائے گی۔(13) چپاتیوں کو چند دنوں تک محفوظ رکھنے کیلئے ائیر ٹائٹ جار میں چپاتیوں کے ساتھ تھوڑا سا ادرک بھی رکھیں چپاتیاں نرم اور تازہ رہیں گی یا پھر چپاتیاں پلاسٹک کی تھیلی میں بند کر کے فرج میں رکھیں روٹی نرم رہے گی۔(14) اگر چھری کو ابلے ہوئے پانی میں ڈبو کر ڈبل روٹی کو کاٹا جائے تو وہ باآسانی کٹ جائے گی۔(15) لیموں کے چھلکے اگر سبزیاں ابالنے والے پانی میں ڈال دیے جائیں تو ان کی رنگت خوشنما رہتی ہے۔(16) پرانی وضع کی مسہریاں جو پرانی لکڑی کی ہوں ان میں اٹھتے بیٹھتے وقت چوں چوں کی آواز آتی ہے۔ان کی چولوں میں صابن نرم کر کے ملیں اور تھوڑا تھوڑا چاروں چولوں میں لگا دیں۔آواز نہیں آئے گی۔(17) کھانے میں زیرے سونف اور الائچی کا استعمال کھانے کو زود ہضم بناتا ہے۔(18) ادرک پیٹ کے نظام کو درست رکھتا ہے پہاڑی نمک اور ادرک کا پیسٹ بنا کر کھانے سے پہلے لیں تو کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔(19) ڈبل روٹی کا آٹا گوندھتے وقت اگر اس میں ایک ٹیبل اسپون لیموں کا رس ملا دیں تو آٹا زیادہ پھولے گا اور ڈبل روٹی زیادہ نرم ہوگی۔(20) لہسن کی بو ہاتھ سے ہٹانے کے لئے ہاتھوں کو اسٹیل کے چمچے سے رگڑ کر سادہ پانی سے دھوئیں۔(21) پودینہ کو تین چار دن تک فریج میں رکھنا ہو تو اس کے پتے صاف کر کے المونیم فوائل تھیلی میں رکھ کر فریج میں رکھیں پودینہ کالا نہیں ہو گا۔(22) دودھ اتنا گرم کریں کہ انگلی برداشت کرے پھر اس میں دو چمچے دہی ڈال دیں تو دہی تین ہی گھنٹوں میں جم جائے گا۔(23) کسی چیز میں ٹماٹر ڈال کر پکانے سے اس کے پکنے کا وقت بڑھ جاتا ہے۔(24) پیاز کے گول گول لچھے کاٹ کر ڈالنے سے پیاز جلدی گل کر مصالحہ میں حل ہو جاتا ہے۔(25) پودینے کے پتے اُبال کر اس کا پانی روزانہ پینے سے چہرے کی رنگت نکھر جاتی ہے۔(26) روزانہ نہار منہ تین گرام خشخاش کھائیں کھانسی دور ہو جائے گی۔

نورا کشتی: ایرانی جرنیل غیر قانونی طور پر بغداد جاتا ہے، وہاں ایک دہشت گرد تنظیم کے سربراہ کے ساتھ گاڑی میں مارا جاتا ہے، بجائے اس کے کہ دوسرے ملک میں دہشت گردی کی سرپرستی کے اس ثبوت پر بات کی جائے۔یو این میں ایران سے وضاحت مانگی جائے، دھمکیاں عرب ممالک کو دی جا رہی ہیں، اور ایک طبقہ بے سبب ہی پاکستان کو ڈرانے نکلا ہوا ہے۔حقیقت صرف اتنی ہے کہ اُمت مسلمہ کے دو دشمنوں اتحادیوں میں عراق کی تقسیم پر لڑائی ہوئی، ایک کے ہاتھوں دوسرا مارا گیا۔امریکہ نے افغانستان، عراق اور شام کو تباہ کیا، ایران اس سے ایک ہاتھ آگے رہا افغانستان اور عراق میں اتحادی کے طور پر امریکہ کا ساتھ دیا، یقین نہ آئے تو امریکی سفارتکاریاں کر کے مضامین پڑھ لیں، پوری تفصیل مل جائے گی، شام میں ایک دوسرے کے مخالف کیمپ میں رہ کر ایک ہی کام کیا، یمن کی تباہی اور تمام مسلم ممالک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کے پشتیبان یہی موصوف قاسم سلیمانی ہی تھے۔یہ پہلی بار ہوا ہے کہ ایران اور امریکہ کے درمیان ایک دوسرے کو براہ راست نشانہ نہ بنانے کا غیر روایتی معاہدہ توڑا گیا ہے، پہل ایران نے کی ہے۔ایسا کیوں ہوا یہ آنے والا وقت بتائے گا، یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قاسم ایرانی قیادت پر بھی بھاری پڑ رہا تھا۔جہاں جہاں پراکسیز استعمال ہو رہی تھیں وہاں قائد کے طور پر خامنہ ای کے بجائے قاسم کے نعرے بلند ہو رہے تھے، جس پر روحانی نے اپنی الیکشن کمپین میں براہ راست اعتراض کیا تھا اور مرجع کی جانب سے ناپسندیدگی کے اشارے بھی آ رہے تھے۔

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو...اسی جنرل نے دھمکی دی تھی کی پاکستان میں

گھس کے کاروائی کریں گے.... جنرل راحیل شریف نے ایرانی صدر کو پاکستان میں ایرانی دہشتگردی کے ثبوت دکھا کر ان سے کہا تھا کہ جنرل قاسم سلیمانی کو نکیل ڈالو پاکستان میں دہشتگردی سے باز آ جائے.....اور کلبھوشن نے اس بات کی تصدیق کی... آج پاکستانی قاسم سلیمانی کا ماتم کر رہے ہیں ویسے یہ ایرانی جنرل صاحب بغداد میں کیا کرنے گئے تھے۔ بات بہت سادہ ہے۔ دو ڈاکو ایک گھر میں ڈاکہ مارنے گھسے۔ اس دوران ایک ڈاکو نے دوسرے ڈاکو کا قتل کر دیا تا کہ وہ اکیلا ڈاکہ مار سکے۔کون سا ڈاکو غلط تھا اور کون سا صحیح ؟ فیصلہ آپ کے سپرد امریکہ اور ایرانی جنرل سلیمانی کی کہانی۔ سمجھ نہیں آ رہی قاسم سلیمانی کی شہادت پہ ہمارے ہاں ایک طبقہ کیوں اتنا زیادہ جذباتی ہے؟ سوال یہ ہے کہ ڈرون حملہ عراق میں ہوا، کیا عراق ایران کا صوبہ ہے؟ آج سے کچھ عرصہ پہلے جنرل قاسم فہیمی یمن میں ہلاک ہوئے تھے، جنرل حسین ہمدانی شام میں، اس پہ اتنی جذباتیت کا مظاہرہ کیوں نا ہوا؟ پاکستان نا ایران کیساتھ ہو اور نا امریکہ کیساتھ، جو پراکسی جنگیں لڑیں گے اسکے اثرات کا ذمہ بھی اسکے پالیسی سازوں پہ ہے۔ یاددہانی کیلئے اتنا بتاتا چلوں کہ جنرل قاسم سلیمانی وہی ہیں جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے پاکستان کو دھمکیاں دی تھیں اور کلبھوشن یادو کی مہمان نوازی بھی اچھی طرح یاد ہوگی: ماضی میں تین مرتبہ امریکہ نے ایران پہ براہ راست حملہ کیا مگر ایران دھمکیوں سے آگے نا گیا:

❁ 1980- میں امریکہ نے ایک expedition force تہران سفارتخانے کے سٹاف کو چھڑوانے کیلئے ایران کے اندر بھیجی مگر ایران ہضم کر گیا۔

❁ 1988- میں ایران کے مسافر ہوائی جہاز کو ایرانی سمندری حدود کے اندر امریکہ نے میزائل مار کر تباہ کر دیا جس سے 290 مسافر جاں بحق ہو گئے مگر اس مرتبہ بھی برداشت سے کام لیا گیا۔

❁ 2008- امریکہ نے Stuxnet وائرس استعمال کر کے ایران کے ایٹمی پروگرام کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا اور یہ بات 2010 میں عیاں ہو گئی کہ امریکیوں نے ایرانی دفاعی تنصیبات کو نقصان پہنچایا ہے مگر اس دفعہ بھی خاموشی بہترین جواب تھا فکر نا کریں جنرل قاسم فہیمی کی ہلاکت کو بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا جائے گا البتہ مسلمان، مسلمان کا ھی مشرق وسطی میں خون بہا کر امریکہ سے بدلہ لے گا امریکہ کو ایران کی جنگ کے بہانے نزدیک ترین زمینی اور سمندری جنگی بیس چاہیئے جو کہ بلوچستان اور گوادر ہو سکتے ہیں۔ اب اصل ٹارگٹ اور نورا کشتی کی وجہ سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ ٹارگٹ دونوں کا ایک یعنی گوادر اور CEPEC ہے۔ سی پیک کے چلنے سے ایران کا انڈیا کی مدد سے بننے والا چاہبہار رہتی دنیا تک گڈے لائن لگ جائیگا۔ دوسری طرف چائنا مظبوطی کے ساتھ پورے خطے میں اپنے پاوں جما لے گا اور امریکا بہادر کی پورے علاقے سنٹرل ایشیا تک چھٹی ہو جائے گی۔ شہید حمید گل کے وہ الفاظ آج بھی سوشل میڈیا پر موجود ھیں کہ امریکا اور ایران کبھی بھی جنگ نہیں کریں گے۔ اصل ٹارگٹ پاکستان کے ایٹمی اثاثے ہیں۔ امریکا نے جتنا فائدہ ایران کو پہنچایا اتنا کسی اور ملک نے نہیں۔ ایران نے جتنا نقصان مسلمانوں کو پہنچایا کسی اور نے نہیں پہنچایا۔ آج سارہ عرب جنگ کی لپیٹ میں ہے عراق شام اور یمن اور آب یمن سے سعودی عرب سب کے سب ایران کے مفادات کی جنگ مسلمانوں کی تباہی کی قیمت پر لڑی جا رہی ہے اور مسلمانوں کو کمزور کر کے امریکہ کے بغل بچے اسرائیل کو محفوظ بنایا جا رہا ہے۔ جس کا ثبوت دنیا میں سب سے محفوظ یہودی اگر کہیں ھیں تو ایران میں ھیں۔ ایران میں سنی مسلمان مسجد نہیں بنا سکتا مگر یہودی ممبر پارلیمنٹ بھی ہیں اور مکمل مذہبی آزادی بھی۔ تو بھائیو یہ تمام حقائق اور واقعات تقاضا کرتے ھیں کہ ھمیں صورتحال کا مکمل جائزہ لے کر پاکستان کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی پالسی کو chalkout کر کے لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

***

عبدالجلیل عباد ہیمبرگ جرمنی

اے رحمتِ عالم نُورِ خُدا ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں
ترے نام کی خاطر جیتے ہیں ترے نام کی خاطر مرتے ہیں
تُو طیب ہے تُو طاہر ہے تُو خُوشبوؤں کا پیکر ہے
یہ بادِ صبا یہ رنگِ حِنا ترے لمس سے مہکے رہتے ہیں
تخلیق ہوئی ہے دُنیا کی ہر چیز تمہارے صدقے میں
ہے صدقہ تیری ہستی کا ہم جس دنیا میں رہتے ہیں
تیرے رُخ کی تاب سے ہوتا ہے اِک پَل میں روشن اندھیارا
تِری آنکھ کی شبنم سے صحرا گُلشن کی طرح کِھل اُٹھتے ہیں
تیرا دستِ شفقت سب پر ہے ترا دستِ رحمت سب پر ہے
ترے خُلق ِ عظیم کو دُشمن بھی تسلیم ہمیشہ کرتے ہیں
اے شاہ جہاں محبوبِ خُدا ترے آگے سارے ارض و سما
پڑھتے ہوئے دل میں صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم میں تیری جھکتے ہیں

الحمدللہ

محمد طارق صفدر لندن

☆اگر آپ کے پاس تین لاکھ روپے کیش یا کسی اور شکل میں موجود ہیں جنہیں آپ ایک دن کے نوٹس پر استعمال کر سکتے ہیں تو پھر سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ آپ کا تعلق سات ارب آبادی کی دنیا کے پانچ فیصد امیر ترین طبقے سے ہے۔☆اگر آپ کو پیاس لگے اور دس منٹ کے اندر اندر تازہ یا فریج کے پانی کا گلاس آپ کو مل سکتا ہے تو پھر سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ آپ کا تعلق دنیا کے اس بیس فیصد طبقے سے ہے جسے اللہ نے یہ سہولت دے رکھی ہے۔☆اگر دسمبر کی یخ بستہ صبح سو کر اس طرح اٹھتے ہیں کہ آپ کے نیچے نرم بستر اور اوپر گرم لحاف تھی تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ آپ کا تعلق دنیا کے اس تیس فیصد طبقے سے ہے جسے یہ سہولت میسر ہے۔☆اگر آپ اسی یخ بستہ صبح اپنے بستر سے نکل کر باتھ روم جاتے ہیں، نہانے کیلئے شاور کھولتے ہیں اور گرم پانی آپ کے جسم پر گرتا ہے جس سے آپ تر و تازہ ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ شام، فلسطین، کشمیر، افغانستان سے لے کر افریقہ کے بہت سے پسماندہ ممالک تک، کروڑوں لوگوں کو یہ سہولت میسر نہیں۔☆اگر آپ کے بچے دن میں تین وقت کھانا کھاتے ہیں اور بھرے پیٹ کے ساتھ رات کو بستر پر چلے جاتے ہیں تو پھر سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ دنیا کی 80 فیصد آبادی کے بچوں کو تین وقت پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔☆اگر آپ جب چاہیں اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکتے ہیں، بازو اور گھٹنے موڑ سکتے ہیں اور اپنے ہاتھ بغیر تکلیف کے گھٹنوں تک پہنچا سکتے ہیں تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ دنیا کی چالیس فیصد سے زائد آبادی ان میں سے کوئی ایک کام بغیر تکلیف کے نہیں کر سکتی۔☆اگر آپ کے سامنے گھی سے تر بتر پراٹھے یا فرائیڈ چکن یا پیزا موجود ہے لیکن آپ اس وجہ سے نہیں کھاتے کہ کہیں آپ کا وزن نہ بڑھ جائے تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔۔۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ آپ کا تعلق دنیا کے اس سات فیصد خوش نصیب طبقے سے ہے جسے اللہ نے یہ سب سہولیات دے رکھی ہیں اور وہ اپنی مرضی سے یہ نہیں کھاتے۔☆اگر آپ گھر سے اپنی سواری پر نکلتے ہیں تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ دنیا کی اسی فیصد سے زائد آبادی کو یہ سہولت میسر نہیں۔ اگر آپ باآسانی سانس لیتے ہوئے آکسیجن اندر لے جا سکتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ باہر پھینک سکتے ہیں تو سب سے پہلے الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کیونکہ دنیا کی بیس فیصد سے زائد آبادی کو سانس کے مسائل کا سامنا ہے۔ اگر آپ یہ پوسٹ پڑھنے کے بعد غور و فکر میں مبتلا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات کو محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں تو الحمدللہ کہیں۔ الحمدللہ کہیں کہ اس نے آپ کو اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ورنہ اس دنیا میں اربوں انسان ایسے بھی آئے جنہیں یہ توفیق نہ مل سکی اور وہ اسی حالت میں قبروں میں جا پہنچے۔ الحمدللہ کہیں۔ جب تک کہ آپ کی آخری سانس نہ آ جائے۔ کیونکہ یہ زندگی اللہ تعالی کا ہم پر ایک احسان عظیم ہے اگر ہم اسے اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق گزار لیں!!!! رازق خدا ہے۔ بندے جب خدا بنیں گے تو الہِ حقیقی کو غیرت آتی ہے۔

آسٹریلوی حکومت نے حال ہی میں ہزاروں جنگلی اونٹوں اور گھوڑوں کو مار دینے کا حکم نامہ جاری کیا تھا جس کے مطابق ان کو آسمان سے ہیلی کاپٹرز سے گولیاں برسا کر مار دیا جانا ہے۔ حکومت کے خیال میں ان اونٹوں اور گھوڑوں کے پانی پینے سے انسانوں کے لیے پانی کے ذخائر کو خطرہ تھا۔ شنید ہے کہ اب تک ہیلی کوپٹرز کے ذریعے نشانے باندھ کر ہزاروں بے زبانوں پر آسمان سے موت برسائی گئی ہے۔ المیہ دیکھیے کہ جو پانی اونٹوں سے بچایا جانا تھا اس سے کہیں بڑھ کر آگ بجھانے پر لگ گیا۔ ساتھ ہی آدھی بلین جنگلی حیات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ کئی اقسام کے چرند پرند کیڑے مکوڑے سانپ مویشی اور درندے مارے گئے۔ قیمتی انسانی جانیں الگ تلف ہوئیں۔ کئی گھر جل گئے۔ ملک کی فضا دھوئیں سے کثیف ہو گئی۔ سیٹلائیٹ کی تصویر کے مطابق پورا ملک ایک جلتے کوئلے کا منظر پیش کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ اخبارات اور دیگر میڈیا نے ''جیتی جاگتی دوزخ'' کا عنوان لگایا ہے۔ فضائیں اتنی کثیف ہو گئی ہیں کہ جانداروں کے لیے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ محکمہء جنگلات تباہ ہو گیا اور لکڑی حاصل کرنے کے ذرائع نیست و نابود ہو گئے پورے ملک کا موسمی توازن بگڑ گیا ہے۔ سنا ہے کہ اس سے قبل چین میں بھی اسی قسم کا مکافاتِ عمل ہوا تھا۔ جب وہاں کے فرمانروا نے خدا بنتے ہوئے چڑیوں کی موت کا پروانہ جاری کر دیا تھا کہ یہ ہمارے کھیتوں سے اجناس چن کر کھا جاتی ہیں جس سے ہماری عوام کی حق تلفی ہوتی ہے۔ پورے ملک میں اس معصوم جانور کو چن چن کر مارا گیا۔ اس سال فصلوں کو ایسا کیڑا لگا کہ ملک میں بدترین قحط پڑ گیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ چڑیاں جن کو بیدردی سے مار دیا گیا تھا اصل میں قدرت کی طرف سے ایک عطیہ تھیں۔ کیونکہ وہ کھیتوں سے وہ کیڑے بھی کھا جاتی تھیں جو فصلوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔ تو رازق خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کا رزق میں حصہ رکھا ہے۔ کسی کو محروم کرو گے تو نہ صرف خود محروم ہو جاؤ گے بلکہ مجرم بھی ٹھہرو گیا سی طرح ایک کا ایک اور واقعہ ضمناً لکھتی چلوں کہ ایک بادشاہ نے معاشی اصلاحات کے لیے اپنے محل کے ملازم کم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے محل کے باہر بیل گاڑیاں کھڑی

ہیں اور کچھ لوگ اجناس کی بوریاں اور دوسرا سامان، کہیں لے جانے کے لیے ان پر لاد رہے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ سامان کہاں لے جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہمیں خدا نے بھیجا ہے کہ جن لوگوں کو آپ نکال رہے ہیں ان کا رزق وہاں پہنچا دیں جہاں وہ جائیں گے۔ اس پر بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ تب اس نے ملازموں کو نکالنے کا ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ رازق خدا ہے۔

دھوبی کی بیوی

سے ملکہ سلطنت نے پوچھا کہ تم آج اتنی خوش کیوں ہو۔ دھوبی کی بیوی نے کہا کہ آج چنا منا پیدا ہوا ہے۔ ملکہ نے اسکو مٹھائی پیش کرتے ہوئے کہا ماشاءاللہ پھر تو یہ لو مٹھائی کھاؤ اس کی پیدائش کی خوشی میں۔ اتنے میں بادشاہ بھی کمرے میں داخل ہوا۔ تو ملکہ کو خوش دیکھا پوچھا ملکہ عالیہ آج آپ اتنی خوش کیوں ہیں کوئی خاص وجہ۔ ملکہ نے کہا سلطان یہ لے مٹھائی کھائیں آج چنا منا پیدا ہوا ہے۔ اسلیئے خوشی کے موقع پہ خوش ہونا چاہیے....!! بادشاہ کو بیوی سے بڑی محبت تھی۔ بادشاہ نے دربان کو کہا کہ مٹھائی ہمارے پیچھے پیچھے لے آو۔ بادشاہ باہر دربار میں آیا۔ بادشاہ بہت خوش تھا۔ وزیروں نے جب بادشاہ کو خوش دیکھا تو واہ واہ کی آوازیں سنائی دینے لگی کہ ظلِ الٰہی مزید خوش ہوئے۔ ظل الٰہی نے کہا سب کو مٹھائی بانٹ دو۔ مٹھائی کھاتے ہوئے بادشاہ سے وزیر نے پوچھا بادشاہ سلامت یہ آج مٹھائی کس خوشی میں آئی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ آج چنا منا پیدا ہوا ہے۔ ایک مشیر نے چپکے سے وزیر اعظم سے پوچھا کہ وزیر با تدبیر ویسے یہ چنا منا ہے کیا شے...؟ وزیر اعظم نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا کہ مجھے تو علم نہیں ہے کہ یہ چنا منا ہے کیا بلا، بادشاہ سے پوچھتا ہوں۔ وزیر اعظم نے ہمت کر کہ پوچھا کہ بادشاہ سلامت ویسے یہ چنا منا ہے کون۔ بادشاہ سلامت تھوڑا سا گھبرائے اور سوچنے لگے کہ واقعی پہلے معلوم تو کرنا چاہیے کہ یہ چنا منا ہے کون۔ بادشاہ نے کہا مجھے تو علم نہیں کہ یہ چنا منا کون ہے... میری تو بیوی خوش تھی آج بہت خوشی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آج چنا منا پیدا ہوا ہے اس لئے میں اسکی خوشی کی وجہ سے خوش ہوا۔ بادشاہ گھر آیا اور بیوی سے پوچھا... ملکہ عالیہ یہ چنا منا کون تھا جس کی وجہ سے آپ اتنی خوش تھی اور جس کی وجہ سے ہم خوش ہیں ملکہ عالیہ نے جواب دیا کہ مجھے تو علم نہیں کہ چنا منا کون ہے۔ یہ تو دھوبی کی بیوی بڑی خوش تھی کہ آج چنا منا پیدا ہوا ہے اس لئے میں خوش ہوں۔ میں بھی اسکی خوشی میں شریک ہوئی۔ دھوبی کی بیوی کو بلایا گیا کہ تیرا ستیاناس ہو یہ بتا کہ یہ چنا منا کون ہے جس کی وجہ سے ہم نے پوری سلطنت میں مٹھائیاں بانٹی۔! دھوبی کی بیوی نے کہا کہ چنا منا ہماری کھوتی کا بچہ ہے جو کل پیدا ہوا ہے۔ ایسا ہی حال ہماری عوام کا ہے جو بھی خبر ملتی ہے بغیر تصدیق کے فوراً گروپ میں آجاتی ہے۔ بس سنی سنائی کو ماننے لگ جاتے ہیں سب، غور وفکر کی تو عادت ہی نہی... سوشل میڈیا کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو شاید ہمارے دوستوں عزیزوں کیلئے تکلیف اور اذیت کا باعث ہوں... مہربانی فرما کر تحقیق کر لیا کریں تا کہ بعد میں آپکو شرمندگی اور دوسروں کو تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ شکریہ

پِنڈ اور پینڈو (دیہاتی)

لفظ پینڈو... آپ نے اکثر سنا ہوگا... پنڈ (گاؤں) میں رہنے والا تو پینڈو ہوتا ہی ہو بلکہ جو شعور نہیں رکھتا اور جاہل ہوتا ہے وہ بھی پینڈو ہی کہلاتا ہے... کیونکہ پینڈو جاہل گنوار شعور سے عاری ہوتے ہیں... جب کوئی پینڈو مرتا ہے تو باقی سارے پینڈو اکٹھے ہو جاتے ہیں... کچھ قبر کھودتے ہیں کچھ کھانے پینے کے انتظامات سنبھال لیتے ہیں اور کچھ مرنے والے پینڈو کے مال مویشی کی دیکھ بھال کرنے لگ جاتے ہیں... اگر پینڈو رات کو مرے تو سب پینڈوؤں کے گھر سے چائے اور پراٹھے مہمانوں کے ناشتے کے لیے آنے شروع ہوجاتے ہیں۔ پنڈ میں کسی کی گائے بکری مر جائے تو سارے پینڈو تعزیت کے لئے آتے ہیں... پینڈو... پنڈ کے سب پینڈیوں کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں... ایک پینڈو چارہ کاٹ کر انتظار کرتا ہے کہ کوئی پینڈو نظر آئے تو اسکو چارہ باندھنے اور اُٹھانے میں مدد کرے... پینڈو عورتیں گھروں کا کام ختم کر کے پھر کھیتوں میں بھی کام کرتی ہیں... پینڈو عورتیں گھر میں جب جھاڑو لگاتی ہیں تو گھر کر سامنے رستے کو بھی صاف کرتی ہیں... پینڈو لڑکیاں کسی بڑے کو دیکھ کر فوراً سروں پر اوڑھے ڈوپٹے دُرست کرنے لگتی ہیں... پینڈو لڑکیاں گنوار اور شرمیلی ہوتی ہیں... میک اپ کرنا نہیں جانتی... ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتی ہیں سر پر دوپٹے اوڑھے اور دُھلے ہوئے چہرے... کچھ بھی ہو مگر پینڈو۔۔۔ پینڈو ہی ہوتا ہے... شعور جو نہیں رکھتا جاہل ہوتا ہے نا... میں خود پینڈو ہوں اور پینڈو ہونے پر فخر ہے مجھ کو۔

(وسعت اللہ خان 23 ستمبر 2013، روزنامہ ایکسپریس)

قائد اعظم محمد علی جناح

وسعت اللہ خان

کو اپنے بنائے ہوئے پاکستان ہی سے نہیں، اس دُنیا سے رخصت ہوئے بھی اڑسٹھ برس بیت گئے، لیکن آج بھی اُن کی ذات پاکستانی سیاست میں سب سے بڑا اور سب سے مستند حوالہ ہے۔ آج بھی رہنمائی کے لیے اُن کی طرف دیکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُن کے نظریات کی تغلیط کرنے والے بھی انہی سے استفادہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کے اقوال و افعال کی من مانی تشریح و تعبیر کرنے والے کم نہ ہوں، طرح طرح کے فرقہ باز احادیث ہی نہیں

قرآن کریم کی آیات سے بھی مطلب براری کرنے میں طاق ہوں، وہاں قائد اعظم کے سر پر اپنی اپنی ٹوپیاں سجانے والے نوسر بازوں کا ماتم کیسے کیا جائے، اور ان کی عقل و دانش پر آنسو کیوں کر بہائے جائیں؟...اُمت مسلمہ مسلسل ان لوگوں کی زد میں رہی ہے، جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام ہی کا نام استعمال کیا ہے۔ یہاں تک کہ خلفائے راشدین کے قاتل بھی کلمہ گوئی کا دعویٰ رکھتے تھے۔ کفر کے فتوے لگانے والوں اور واجب القتل قرار دینے والوں کے ماتھوں پر بھی محراب سجے ہوئے تھے۔ آج بھی ملت اسلامیہ اغیار کے ساتھ ساتھ انہی کے ہاتھوں خوار و زبوں حال ہے، جو اسلام کے جھنڈے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اسلام ہی کے نام پر وہ بے گناہوں کو نشانہ بناتے، عورتوں اور بچوں پر ظلم ڈھاتے، بستیاں تاراج کرتے، مسجدیں اور مدرسے مسمار کرتے، اور بازاروں کو کھنڈر بناتے ہیں۔

خودکش حملہ آور جنّت ہی کی تلاش میں اپنے آپ کو بم بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے خالق اور سہولت کار اپنے رب کو راضی کرنے کے نام پر اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے پر تلے ہیں۔ جس اللہ نے واضح طور پر اعلان کر رکھا ہے، اور اسے ہمیشہ کے لیے اپنی کتاب کا حصہ بنا دیا ہے کہ ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے، اور ایسے قاتلوں کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ اُسی اللہ کا نام لیتے ہوئے اُس ہی کے کلام کی تلاوت کرتے ہوئے خودکش بمبار تیار کیے جاتے، اور انہیں اپنے اہداف پر داغا جاتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اس سب کے پیچھے اغیار کا ہاتھ ہے، کسی حد تک یہ درست بھی ہو سکتا ہے، لیکن اس کا انکار کیسے کیا جائے کہ استعمال ہونے والے اپنے آپ کو مجتہد قرار دیتے ہیں، اور اپنی آزادروی پر اصرار کرتے ہیں۔ اُمت مسلمہ پر زمین تنگ ہو رہی ہے، اس کے اپنے خطہ ہائے ارضی پر فساد برپا ہے، لاکھوں کیا کروڑوں بے گھر ہیں، لاکھوں قتل کیے جا چکے، اور لاکھوں اپاہج اور لاچار بن چکے۔ بیواؤں اور بچوں کی تعداد گنی نہیں جا سکتی... فرقہ باز مقدس مقامات پر بیٹھے ہوئے زہر اُگل رہے ہیں۔ سعودی عرب کے مفتیءاعظم نے ایران کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جبکہ ایرانی قیادت سعودی حق حکمرانی کو چیلنج کر رہی ہے۔ مقدس مقامات کو واگزار کرانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے...جیسے آل سعود کی حکومت دو چار دن پہلے ہی قائم ہوئی ہو، اور جیسے شیعہ مسلک ایران نے حال ہی میں اختیار کیا ہو۔ برسوں بلکہ صدیوں کی نفی کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ سعودی عرب کا یہ حق کہ وہ مقدس مقامات کا انتظام چلائے، عالم اسلام نے اجتماعی طور پر تسلیم کر رکھا ہے۔ اس علاقے میں جس کی حکومت قائم ہوئی، اس ہی نے حرمین کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھائی ہے۔ تاریخی طور پر کبھی عالم اسلام نے اجتماعی طور پر یہ فریضہ ادا نہیں کیا، اس مقصد کے لیے کوئی مشترکہ کونسل قائم نہیں کی۔ جتنی بڑی یہ حقیقت ہے، اتنی ہی بڑی حقیقت یہ بھی ہے کہ شیعہ اور سنی مکاتب فکر ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو جسد واحد کا حصہ سمجھا ہے۔ سعودی مفتی فقہ کا یہ بنیادی اصول کیسے بھول گئے کہ کفر کا فتویٰ کسی ایک انسان کے افکار اور عقائد پر تو لگایا جا سکتا ہے، لیکن بحیثیت مجموعی کسی ایسے گروہ کو کیسے ہدف بنایا جا سکتا ہے، جو توحید رسالت اور آخرت پر یقین رکھتا ہو۔ شیعہ اور سنی ایک ہی چہرے کی دو آنکھیں اور ایک ہی وجود کے دو حصّے ہیں۔ صدیوں انہوں نے ایک دوسرے سے رشتے ناتے جوڑتے، ایک دوسرے کا ذبیحہ کھاتے، ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملا کر طواف کعبہ اور وقوفِ عرفات کیا ہے۔ برا ہو گروہی مفادات کا اور تنگ نظر سیاست و قیادت کا کہ مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات پر بیٹھنے والوں کو اپنے منصب اور اپنے مقام کا پاس نہیں رہا... چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ بات پاکستان سے شروع ہوئی تھی، لیکن پھیلتی چلی گئی۔ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا گلا کاٹنے والے بھی تکبیر پڑھ کر ہی یہ کارِ بے خیر سرانجام دے رہے ہیں۔ تو قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار و خیالات کو مسخ کرنے والوں کو کسی شمار قطار میں کیونکر رکھا جائے۔ پاکستانی دانشوروں کے ایک حصے میں فرقہ باز مولویوں کا رنگ ڈھنگ نمایاں ہے۔ قائد اعظم کے منہ میں ایسے ایسے الفاظ ڈالتے ہیں، جن کا نہ انہوں نے کبھی تصور کیا، نہ کبھی اُن کی زبان سے ادا ہوئے۔ انہیں سیکولر ثابت کرنے کی کوشش کرنے والے، پاکستانی ریاست کو اس کے بنیادی نظریے سے محروم کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ لیکن ان کا کوئی ایک قول بھی ایسا پیش نہیں کر سکتے جہاں انہوں نے سیکولرازم کو اپنی منزل قرار دیا ہو۔ یہ درست ہے کہ وہ پاپائیت کے خلاف تھے۔ مذہبی طبقے کی اجارہ داری کو اسلام کا نام قرار دینے پر تیار نہیں تھے، لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے برآمد ہو گیا کہ اسلامی اور جمہوری اقدار کا فروغ ان کی زندگی کا محور نہیں تھا؟ اڑسٹھ برس گزرنے کے بعد بھی پاکستانی قوم کیا، پورے جنوبی ایشیا کے مسلمان اپنے الگ تشخص پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کشمیر میں آزادی کے بلند ہوتے ہوئے نعرے۔ بنگلہ دیش میں مسلم قومیت کی حفاظت کے لیے سر بکف مجاہد اور ہندوستان میں اپنے حقوق کا ادراک کرتے ہوئے مسلمان قائد اعظم محمد علی جناح کی سیاست پر مہر توثیق ثبت کر رہے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں بسنے والی قومیں ایک دوسرے کو تسلیم نہیں کریں گی، ایک دوسرے کو جینے کا حق نہیں دیں گی، تو سب کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ اکثریت کے زعم میں مبتلا مودی جی مہاراج اور شریمتی حسینہ واجد کسی مغالطے میں نہ رہیں۔

(وسعت اللہ خان 23 ستمبر 2013، روزنامہ ایکسپریس)

تعارف - امجد مرزا امجدؔ

(جن کو قندیل ادب انٹرنیشنل ایوارڈ سے نوازا گیا)

امجد علی مرزا اصل نام ہے جبکہ ادبی نام امجد مرزا امجدؔ ہے آپ ضلع چکوال کے ایک قصبہ ملہال مغلاں میں 28اگست 1942کو پیدا ہوئے پانچ سو گھرانے کا یہ گاؤں مغل کیانی ہیں اور مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کا ایک بھائی اور بہن بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے لہذا یہ اپنے والدین کے بہت ہی لاڈلے تھے چھ سال کی عمر میں گاؤں سے جہلم شہر ہجرت کی جہاں والد صاحب نے تیرہ سال ہوٹل کا کاروبار کیا۔میٹرک کے فوراً بعد والد فالج کا شکار ہو گئے اور پانچ چھوٹے بہن بھائیوں کا بوجھ ان پر آن پڑا۔باوجود والدین کے اصرار کے انہوں نے باپ کا بایاں بازو بننے اور بہن بھائیوں کی اچھی پرورش کے لئے تعلیم کو خیرباد کہہ کر محنت کو اپنا شعار بنایا۔کاروبار ختم ہو چکا تھا۔مالی مشکلات نے سر اُبھارا تو دو سال بعد آپ کوشش کر کے انگلینڈ آ گئے دو ماہ کا بائی روڈ کا سفر طے کیا راستے میں محنت مزدوری اور بڑی مشکلات کے بعد یہاں پہنچے اور پھر چل سو چل... بائیس سال کی سخت محنت مشقت سے اپنے پانچ بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی راولپنڈی میں مکان خرید کر دیئے ان کی شادیاں کروائیں کاروبار بنا کر دیئے ہر قسم کا مالی تعاون کیا اور آج الحمد اللہ تمام اپنے اپنے گھر بار والے اور باروزگار اور خوش باش ہیں۔امجد مرزا کو بچپن سے ہی ادب سے لگاؤ تھا ان کی پہلی کہانی آٹھویں جماعت میں جہلم کے ایک ہفت روزہ ’’شاہکار‘‘ میں شائع ہوئی۔انہوں نے لندن کی زندگی میں جب تک ریٹائیر نہیں ہوئے صرف ادب کو پڑھنے تک رکھا۔مگر جب 1996 میں ریٹائیر ہوئے تو قلم سنبھالا اور ابھی تک ان کی قلمکاری کی وہی رفتار ہے۔افسانوں کہانیوں سے شروعات ہوئی۔لندن کے مشہور ہفت روزے ’’اخبار وطن‘‘ میں بطور سرکولیشن مینیجر کام بھی کرتے رہے اور لندن کے ’’صدا‘‘ ’’پرواز‘‘ ’’ساحل‘‘ ’’اخبار وطن، جنگ کا ادبی صفحہ، نیشن، نوائے وقت میں مسلسل لکھتے رہے۔پہلی کتاب ’’کانچ کے رشتے‘‘ 2000ء میں شائع ہوئی جس نے پانچ لائبریوں کی ایک تنظیم سے سب سے زیادہ ایشو ہونے والی کتاب کا انعام پایا۔اپنا ایک رسالہ ’’سویرا‘‘ پانچ سال تک نکالا جو پنجابی کا پہلا رسالہ تھا اس کے ساتھ ہی ’’مسکان‘‘ پہلا مزاحیہ اردو میں دو سال تک نکالا۔نوائے وقت میں پانچ سال تک کالم لکھا۔چار سال تک یو کے ٹائمز کا ادبی صفحہ مرتب کیا۔اب تک ان کی اٹھارہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔جن میں دو شعری مجموعے اور دو افسانوں کے پنجابی میں۔تین شعری مجموعے اردو کے چھ افسانے اردو میں لطیفوں کا مجموعہ اور مضامین کی تاریخی کتاب ’’برطانیہ کے اردو مشاہیر‘‘ جو بہت مقبول ہوئی۔دو مضامین کی بھی۔اب یہ ’’یورپ کے ادبی مشاہیر‘‘ لکھ رہے ہیں۔اس کے علاوہ مزید چھ کتابیں زیر ترتیب ہیں۔’’سویرا اکیڈیمی لندن‘‘ کے نام سے پبلشنگ ادارہ ہے جس سے اب تک چالیس کتابیں شائع کر چکے ہیں۔اب تک 22 کتابیں دوسروں کی کمپوز کی ہیں اور یہ کام تا حال جاری ہے۔’’والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کے نام سے ادبی تنظیم کے رُوح رواں ہیں جو سابقہ چودہ سال سے ہر ماہ کی پہلی اتوار کو والتھم سٹو کی سنٹرل لائبریری میں کامیاب مشاعرے کرتے ہیں۔ان کے یوٹیوب کے چینل سے اب تک 1375 شعراوشاعرات کی وڈیو فلمیں جاری ہو چکی ہیں جو اب تک سات لاکھ تک لوگ دیکھ چکے ہیں۔آپ نے دو سال تک ’’ڈی ایم ڈیجیٹل‘‘ ٹیوی پر مشاعروں کا پروگرام کیا اور ’’تکبیر‘‘ ٹی وی سے ہفتہ میں ایک پروگرام سخن و شاعری کا اور دوسرا دستک سماجی پروگرام ڈیڑھ سال تک کیا۔امجد مرزا والتھم فاریسٹ میں چالیس سال تک ادبی سماجی طور پر رات دن مصروف رہے جس پر انہیں والتھم فاریسٹ بارو نے سیوک ایواڑ سے بھی نوازا یہ ستر ہزار کی آبادی میں تیسرے پاکستانی تھے جنہیں یہ ایوارڈ دیا گیا اور ان کا نام ٹاؤن ہال کے ایک کمرے کی دیوار پر لگے بورڈ پر پیتل کے الفاظ میں صدیوں قائم رہے گا۔۔

آپ نے اب تک والتھم سٹو کونسل کے نو میرز سے ایوارڈ لئے مختلف تنظیموں اداروں اور اخبارات و رسائل سے انہوں نے اب تک 35ایوارڈ حاصل کئے۔قندیل ادب کی جانب سے انہیں تین سال پہلے بھی ان کی ادبی خدمات پر ایوارڈ دیا گیا تھا۔آپ یقین کیجئے ان کی ادبی خدمات کی طویل ترین لسٹ ہے جو کئی صفحات پر مشتمل ہے۔مگر میں خاص خاص باتیں گوش گزار کر رہا ہوں۔مجھے ان کی دوستی پر ہمیشہ فخر رہا ہے یہ ایک دیندار نمازی سچے مسلمان ادب نواز اور دوستوں کے ساتھ ہمیشہ مخلص رہے۔ہمارے ماہوار رسالے ’’قندیل ادب‘‘ کے پرانے ساتھی ہیں اور اپنے علاوہ دوستوں کا کلام بھی ہمیں بھیجتے رہتے ہیں۔ہمارے مشاعروں میں ہمیشہ تشریف لا کر داد وصول کرتے ہیں۔اپنی شاعری کو اپنے مخصوص اور پیارے انداز میں ترنم سے سنا کر داد وصول کرتے ہیں۔اس عمر میں بھی سارا دن مصروف رہتے ہیں رات گئے تک کمپیوٹر پر ادب کی خدمت میں مصروف اور دن کو اپنے طویل گارڈن میں طرح طرح کے پھول سبزیاں کاشت کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ انسان کو ہمیشہ جسمانی اور ذہنی طور پر مصروف رہنا چاہیے۔ہنستے رہیئے مسکراتے رہیے اور دوسروں کو بھی ہنساتے اور خوش رکھئے۔تو آپ ہر بیماری مصیبت اور اُلجھن سے دور رہیں گے۔میری دلی دعا ہے کہ ہمارے بہت ہی ہر دلعزیز اور مخلص دوست بھائی امجد مرزا صاحب کو طویل زندگی سلامتی ہو اور آپ خود بھی خوش باش رہیں اور دوسروں کو بھی خوش باش رکھیں۔اور ادب کی اسی طرح خدمت کرتے رہیں۔آمین۔ ***

قبر ساغر صدیقی

اقبال طارق

ساغر صدیقی کی قبر: میانی صاحب قبرستان لاہور میں واقع ہے۔ساغر صدیقی کے ایک دوست سید م سلیم یزدانی نے ساغر سے بہت مشکل سے اسکی کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کی تھی۔محمد عبداللہ قریشی مدیر ادبی دنیا نے ساغر کے آخری مجموعہ کلام ''مقتل گل'' میں یزدانی صاحب سے ساغر کی مختصر آپ بیتی کو لے کر کتاب میں شائع کردیا۔ساغر نے یزدانی صاحب کے سوالوں کے جواب میں اپنی سرگزشت کچھ یوں بیان کی میری زندگی زنداں کی ایک کڑی ہے۔1928ء کسی ماہ میں پیدا ہُوا ہوں۔گھٹنوں کے بل چلنے کا زمانہ سہارنپور اور انبالہ کی آغوش میں گزرا۔انبالہ اردو اور پنجابی بولنے والے علاقے کا سنگم ہے۔ماں کی مامتا باپ کی شفقت کہاں اور کیسے پیدا ہُوا ہوں؟ یہ میرے لئے ''کسی مقدس سرائے کے غلیظ باڑھے میں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یا' علی بابا چالیس چوز کے پرسرار غار کی کہانی ہے۔میں نے دنیا میں خداوندِ رحیم وکریم سے بہن بھائی کا عطیہ بھی نہیں پایا۔یہ معلوم نہیں خدا کو اس تنہائی سے یگانہ بنانا مقصود تھا یا بیگانہ؟ بہر حال شاید میری تسکین قلبی کے لیے کسی کا نام بھائی رکھ دیا ہو۔اسی طرح ایک وجود کا تذکرہ میرے بارے میں لکھنے والوں نے کیا WV ہے جو سراسر غلط ہے۔دنیا کی چھ سمتوں پر نظر رکھنے والے صاحب فراست لاہور کی سڑکوں پر مجھے جب چاہیں ٹوٹا ہُوا بازو،کالی کملی میں چھپائے احساس کے اُلٹے پاؤں سے چلتا پھرتا دیکھ سکتے ہیں۔اگر کوئی بھائی بہن ہوتا تو شاید یہ حال نہ ہوتا۔میں نے لوگوں سے اپنا نام محمد اختر سُنا۔البتہ ایک پرشکوہ ماضی کی سرسراہٹ میں نے اپنے پاؤں کے نیچے محسوس کی ہے۔جب ذرا سوچ بوجھ کا زمانہ آیا تو ایک ویران مکان کی افسردہ دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے لکڑی کے پرانے صندوقوں میں دیمک چاٹتی ہوئی کتابیں دیکھیں۔شاید ان کے پڑھنے والے گھٹاؤں میں ڈوب چکے تھے۔ہاں رات کی تاریکی میں ایک گھر پر روشنی پھیلانے کی جستجو کرتا ہوا ایک دیا میرے مشاہدے کی پہلی چیز تھی۔اس گھر میں مُجھ سے پہلے حاجی محمد حنیف اور خواجہ محمد حسین نام کے دو بزرگ آباد تھے۔یہ کتابیں شاید انہیں کی تھیں۔یہ بزرگ انبالہ شہر کی سماجی زندگی میں اچھی خاصی شہرت کے حامل تھے۔اور ان کی پکی اور بیل بوٹوں والی قبر کا کوئی پتھر شاید آج بھی وہاں کے قبرستان کے کسی کونے میں موجود ہو۔میں نے اردو اپنے گھر میں پڑھی۔ایک چالیس پچاس سالہ بزرگ جن کا نام حبیب حسن تھا بچوں کی تربیت وتعلیم کا بہت ذوق رکھتے تھے۔یہیں مجھ میں شاعری کا شوق پیدا ہوا۔میری عمر سات یا آٹھ سال کی ہوگی کہ میں اردو میں اتنی مہارت حاصل کر چکا تھا کہ اکثر خط لکھوانے والے اپنی گذارشات کو میرے انداز بیان میں سن کر داد وتحسین سے نوازتے تھے۔میں نے بچپن کا دور بھی غربت میں صبر وشکر سے گزارا ہے۔جو کچھ ملتا اس پر بخوشی قناعت کرتا۔اس وقت کے تمام اردو روزناموں زمیندار،احسان،انقلاب کا مطالعہ میرا شغل تھا۔میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ شاید ہی میں نے آج تک اردو کا کوئی لفظ غلط پڑھا یا لکھا ہو۔میں نے شروع میں ناصر حجازی تخلص رکھا۔تقریباً دو ماہ بعد مجھے یہ تخلص واضح دکھائی نہ دیا۔تب میں نے اپنا تخلص ساغر صدیقی پسند کیا جو اب تک موجود ہے۔دس بارہ برس کی عمر میں مَیں اپنے استاد حبیب حسن کے ساتھ امرتسر میں رہا کرتا تھا۔میں چھوٹی عمر میں بھی بیس بائیس سال کا سنجیدہ نوجوان معلوم ہوتا تھا۔میری عمر سولہ سال کی تھی جب ء میں امرتسر کی جامعہ السنہ شرقیہ ہال بازار میں جو کہ علوم شرقیہ کی بہترین درس گاہ تھی۔ماہانہ طرحی مشاعرے ہوتے تھے۔ان میں شرکت کرنا میرے لئے سب سے بڑی خوشی کی بات تھی اُسی سال میں اردو مجلس کے نام سے ڈاکٹر تاثیر مرحوم اور شمس العلماء تاجور نجیب آبادی کے زیر سایہ ایک بزم قائم ہوئی۔اردو زبان کی ترویج وترقی اس کے اغراض ومقاصد تھے۔اس کے مشاعروں میں بھی باقاعدہ شریک ہوتا رہا ہوں۔امرتسر میں عرشی امرتسری شمس مینائی مرحوم،فرخ امرتسری مرزا مرزا ہمارے لئے ایرانی آسی امرتسری،مرزا بیضا خان مروی ایرانی،عیسی امرتسری ان لوگوں نے میری صلاحیتوں اور خوبیوں کو بہت سراہا۔

میں ولی صابر علیہ الرحمۃ کے مشہور کلیر کے عرس میں شرکت کی۔کلیر میں عرس مبارک کے موقع پر تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان کے تمام اہل فن اکٹھے ہوتے تھے۔عرس کے آخری ایام میں کاشانہ احباب سہارنپور ایک بزمِ شعروسخن منعقد کرتے تھے جس میں چیدہ چیدہ شعرا کرام شامل ہوتے تھے۔انور صابری نے اس محفل میں میرا تعارف کروادی۔دلی میں نواب سائل قلعہ معلی اردو کے نقش آخری تھے۔ان کو کلام سنایا۔تحسین کے پھول سمیٹے اور مرقد غالب کی زیارت کی۔

امرتسر میں دوسری جنگ عظیم کے باغی آزاد فوج کے تین جرنیلوں کے استقبال کے لئے جلیانوالہ باغ میں تقریباً تیس چالیس ہزار کے مجمع میں میں نے زندگی میں پہلی بار اسٹیج پر آکر نظمیں پڑھیں۔اس جلسہ میں پڑھی جانے والی نظم کا ایک شعر اور مصرع مجھے یاد ہے جو یوں تھا:

ہو جس کا رُخ ہوائے غلامی پہ گامزن

اس کشتی حیات کے لنگر کو توڑ دو
تہذیب نو کے شیشہ و ساغر کو توڑ دو

امرتسر میں امین گیلانی پہلے ادبی دوست تھے۔ نفیس خلیلی مرحوم، ظہیر کاشمیری، احمد راہی، مرزا جانباز سے نشست و برخاست رہی۔ ساحر لدھیانوی، نریش کمار شاد، لطیف انور گورداس پوری مرحوم جن کا میں علم و ادب کے میدان میں بے حد احترام کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں۔ میری یاداشت کا ابتدائیہ ہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے جید علماء کے دست شفقت سے سرفراز ہوا۔'' ساغر صدیقی پر اورینٹل کالج لاہور کے ایک طالب علم نے ایم اے کا تحقیقی مقالہ بھی لکھا ہے۔ اس مقالے سے ساغر کے حالات زندگی کے متعلق بہت سی معلومات ملتی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ساغر صدیقی لاہور آ گئے اور پھر ہمیشہ اسی شہر میں رہے۔ لاہور آ کر آپ نے پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے کے مقابلے میں بھی شرکت کی بلکہ ساغر کی خواہش تھی کہ یہ ترانہ فلمایا جائے اور سینما میں بھی دکھایا جائے۔ ساغر نے فدا شاہ جہان پوری اور نعیم شاہ کے ساتھ مل کر ترانہ لکھا اور فلمایا اور ریجنٹ سینما میں یہ سکرین پر دکھایا گیا۔ ساغر نے فلم ''انقلاب کشمیر'' بھی بنائی۔ اسکے علاوہ ساغر ہفت روزہ ''تصویر'' کے اڈیٹر رہے اور پھر اسکے بند ہونے پر ہفت روزہ ''فلمی اخبار'' کا ڈیکلیریشن منظور کروایا۔ اس کے فقط تین شمارے ہی نکل سکے اور اسکا ڈیکلیریشن غلام جیلانی نیازی نے خرید لیا۔ پھر ساغر کے حالات آہستہ آہستہ خراب ہونا شروع ہوا ہوئے اور آخر کار ساغر صدیقی نشے کی لت کا شکار ہو گئے۔ مگر ساغر نے خود نشے کو اختیار نہیں کیا ڈاکٹر مالک رام لکھتے ہیں۔

....کی بات ہے کہ وہ ایک ادبی ماہنامے کے دفتر میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے سر درد اور اضمحلال کی شکایت کی۔ پاس ہی ایک اور شاعر دوست بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے تعلق خاطر کا اظہار کیا اور خاص ہمدردی سے انہیں مارفیا کا ٹیکہ لگا دیا۔ سر درد اور اضمحلال تو دور ہو گیا لیکن اس معمولی واقعے نے ان کے جسم کے اندر نشہ بازی کے تناور درخت کا بیج بو دیا... افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خود ساغر کے دوستوں میں سے بیشتر نے ان کے ساتھ ظلم کیا۔ یہ لوگ انہیں چرس کی پڑیا اور مارفیا کے ٹیکے کی شیشیاں دیتے اور ان سے غزلیں اور گیت لے جاتے اور اپنے نام سے پڑھتے اور چھپواتے اور بحیثیت شاعر اور گیت کار اپنی شہرت میں اضافہ کرتے۔ اس کے بعد اس نے رسائل اور جرائد کے دفتر اور فلموں کے اسٹوڈیو میں آنا جانا چھوڑ دیا۔ اس میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ اداروں کے کرتا دھرتا اس کے کام کی اجرت کے دس روپے بھی اس وقت ادا نہیں کرتے تھے، جب وہ ان کے در دولت کی چوکھٹ پر دس سجدے نہ کرے۔ اس نے ساغر کے مزاج کی تلخی اور دنیا بیزاری اور ہر وقت ''بے خود'' رہنے کی خواہش میں اضافہ کیا اور وہ بالکل آوارہ ہو گیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ کہ کبھی وہ ننگ دھڑنگ ایک میلی کچیلی چادر اوڑھے اور کبھی چیتھڑوں میں ملبوس، بال بکھرائے ننگے پانو... منہ میں بیڑی یا سگریٹ لیے سڑکوں پر پھرتا رہتا اور رات کو نشے میں دھت مدہوش کہیں کسی سڑک کے کنارے کسی دکان کے تھڑے یا تخت کے اوپر یا نیچے پڑا رہتا۔ عبداللہ قریشی نے بھی اس کی گواہی دی ہے کہ لوگوں نے ساغر کا کلام چوری کیا وہ فرماتے ہیں ''فلمی دنیا کے لوگ اسے گھیر گھار کر لے جاتے ہیں اور اس کے ذہین دماغ کا رس گیتوں کی صورت میں نچوڑ لیتے ہیں۔ وہ خود اتنا بے پرواہ ہے کہ کوئی چیز سنبھال کر نہیں رکھتا۔ ساغر نے کئی معروف گیت لکھے جیسا کہ مہدی حسن کا گایا ہوا:

چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے ذرا نقاب اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

بقول ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد میں ساغر نے جب اپنی یہ غزل۔

ایک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں
ورنہ ان تاروں بھری راتوں میں کیا ہوتا

ایک مشاعرے میں پڑھی تو جگر صاحب نے یہ کہہ کر اپنی غزل پھاڑ دی کہ حاصل مشاعرہ غزل تو ساغر نے سنا دی ہے۔ اسی طرح ساغر کی یہ غزل بھی بے حد مشہور ہے۔

یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں
ان میں کچھ صاحب اسرار نظر آتے ہیں

ساغر کا ایک اور ایسا کام ہے جو شاید اسکا نام زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ معروف کلام ''دما دم مست قلندر'' ساغر صدیقی کی ہی تخلیق ہے۔ ساغر نے کئی نعتیں بھی لکھیں جو ریڈیو پر چلیں مگر ساغر کو صرف ایک مرتبہ رائلٹی ملی وہ بھی تین ماہ تر سانے کے بعد اگر ساغر کو اسکے کلام کی رائلٹی مل جاتی تو ساغر کو کبھی اتنی مشکلات نہ دیکھنی پڑتیں۔ ساغر اپنے نشے کی وجہ سے جیل میں بھی تین ماہ رہا اسکے دوست چاہتے تھے کہ اسے جیل سے پاگل خانے بھیج دیا جائے مگر مجسٹریٹ کے سامنے ساغر کے انکار پر ایسا نہ ہو سکا۔ یونس ادیب نے ساغر صدیقی کی دلچسپ سوانح عمری ''شکست ساغر'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب سے ساغر کی زندگی پر روشنی ڈلتی ہے۔ اس کتاب میں بیشتر ایسے واقعات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ساغر اس بے حس معاشرہ میں رہ کر بھی اس جیسا نہیں بنا ساغر کو جب بھی کچھ ملتا تو وہ اسکو بانٹ دیتا۔ ساغر کو ایک مرتبہ پانچ سو روپے ملے تو اس نے اعلان کیا کہ اب میں ریشم کا بستر بناوں گا۔ مگر ساغر کچھ ہی لمحوں بعد خالی ہاتھ لوٹا دوست نے جب بستر کا پوچھا تو ساغر نے سڑک پار بجری پر لیٹے ایک ننگے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کو دیکھ بستر کا ارادہ ترک کر دیا اور سارے روپے اسکو دے دیئے' ساغر کے حالات کا قدرت اللہ شہاب صاحب کو بتایا گیا مگر انہوں نے اختیار کے باوجود کوئی مدد نہ کی۔ اسی طرح ڈاکٹر مالک رام نے ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ساغر اگر چاہتا تو اپنی زندگی سنوار سکتا تھا مگر وہ موقع پرست نہ تھا۔

مالک رام لکھتے ہیں کہ ایوب خان نے ساغر سے ملنے کی خواہش کی مگر جب اہلکار ساغر کو تلاش کرتے ہوئے اسکے پاس پہنچے تو بقول ڈاکٹر صاحب ساغر نے کہا بابا ہم فقیروں کا صدر سے کیا کام! افسر نے اصرار کیا، ساغر نے انکار کی رٹ نہ چھوڑی۔ افسر بے چارا پریشان کرے تو کیا کیونکہ وہ ساغر کو گرفتار کر کے تو لے نہیں جا سکتا تھا کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اور اسے کوئی ایسی ہدایت بھی نہیں ملی تھی، جرنیل صاحب تو محض اس سے ملنے کے خواہش مند تھے اور ادھر یہ ''پگلا شاعر'' یہ عزت افزائی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اب افسر نے جو مسلسل خوشامد سے کام لیا، تو ساغر نے زچ ہو کر اس سے کہا: ارے صاحب، مجھے گورنر ہاؤس میں جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے کیا دیں گے۔ دو سو چار سو، فقیروں کی قیمت اس سے زیادہ ہے۔ جب اہلکار اس پر بھی نہ ٹلے تو ساغر نے گلوری کلے میں دبائی اور زمین پر پڑی سگرٹ کی خالی ڈبیا اٹھا کر اسے کھولا۔ جس سے اس کا اندر کا حصہ نمایاں ہو گیا۔ اتنے میں یہ تماشا دیکھنے کو ارد گرد خاصی بھیڑ جمع ہو گئی تھی ساغر نے کسی سے قلم مانگا اور اس کاغذ کے ٹکڑے پر یہ شعر لکھا:

ہم سمجھتے ہیں ذوق سلطانی — یہ کھلونوں سے بہل جاتا ہے

اور پولیس افسر سے کہا یہ صدر صاحب کو دینا وہ سمجھ جائیں گے۔ بعض کے مطابق ساغر نے یہ والا شعر لکھا تھا جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی... اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی بہر حال محققین کے نزدیک اس واقعے کی صحت مشکوک ہے۔ ساغر کا آخری وقت بہت مشکل میں گزرا یونس ادیب نے ان الفاظ میں ساغر کے دنیا سے جانے کا احوال لکھا ہے ''لاہور میں قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ یہ جولائی کے دوسرے ہفتے کی بات ہے۔ ایک دوپہر میں ریڈیو اسٹیشن سے نکل کر لوہاری دروازے پہنچا تو مسلم مسجد کے مینار کے نیچے مجھے ساغر کی ایک جھلک دکھائی دی۔ اس نے اپنے نحیف و نزار جسم سے سیاہ چادر اُتار دی تھی اور ڈھیلا ڈھالا سفید کرتا پہنے چھڑی کے سہارے کھڑا تھا۔ میں ٹریفک چیر کر اُس کی طرف بڑھا تو اُس نے دھونکی کی طرح چلتے ہوئے سانس کو روک کر مجھے دیکھا اور کہا 'میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا کہ تم بھی نظارا کر لیتے اور ہاں تم ضرور پوچھو گے کہ فقیر نے سیاہ چادر کیوں اُتار دی ہے اور سفید کُرتا کیوں پہن لیا ہے' اور چھڑی دکھا کر بولا سب کچھ بتاؤں گا پہلے میری صلیب دیکھو۔ یہ کہتے ہوئے پھر اُس کا دم اُکھڑنے لگا اور اُس نے کھانس کر بلغم تھوکی تو دم لے کر کفن نما سفید کُرتے کو چھو کر بولا مقتل کی طرف جانے کی گھڑیاں آ گئی ہیں اور میں نے کفنی پہن لی ہے۔ میں نے جلدی سے پوچھا لیکن تم ہو کہاں؟ اُس نے اپنی بے نور ہوتی آنکھوں سے عینک اُتار کر پرے پھینک دی اور بولا 'اب کچھ دیکھنے کو دل نہیں چاہتا اور جا بھی کہاں سکتا ہوں۔ صرف چولا بدلنے گیا تھا۔ اب تو میں نے سب تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ ٹریفک کے شور میں ساغر کی آواز ڈوب ڈوب جاتی تھی۔ پھر وہ میرے آخری سوال کا جواب دیئے بغیر لوہاری کے اندر اپنے لرزیدہ جسم کو کھینچ کر لے گیا۔ رات کو مجھے دیر تک نیند نہ آئی اور مجھے یوں محسوس ہوتا رہا جیسے روشنی اپنے آپ کو سمیٹ رہی ہے....ہی دنوں طالب چشتی روتا ہوا ریڈیو اسٹیشن میں داخل ہوا اور اُس نے گلوگیر آواز میں بتایا۔ بابا جی خون تھوک رہے ہیں اور پان گلی کے باہر منیر چھولیاں والے کے تھڑے کے نیچے پڑے ہیں۔ میں کام جاری نہ رکھ سکا اور طالب کے ساتھ لوہاری پہنچا تو ساغر وہاں نہیں تھا۔ ہم نے انارکلی، ایبک روڈ، آبکاری روڈ، پیسہ اخبار، شاہ عالمی اور سوتر منڈی میں ہر جگہ اُسے تلاش کیا لیکن ساغر کا کوئی نشان نہ ملا۔ دوسرے دن میں ریڈیو اسٹیشن جانے کی بجائے صبح ہی صبح لوہاری چلا گیا اور اُسے مکتبہ جدید کے سامنے دیکھ کر میرا دم گھٹنے لگا۔ راہگیر اُسے دیکھ کر آگے بڑھ جاتے تھے اور دکان دار اپنے اپنے گاہکوں میں مصروف تھے حالانکہ سارا شہر اُسے خون تھوکتے ہوئے اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے لوگ رومن اکھاڑے میں جمع ہوں اور خونیں منظر دیکھ کر تالیاں بجا رہے ہوں۔

جس میں ساغر کفن پہنے بوجھل سانسوں کے ساتھ نیم جان ہو کر اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا۔ اُس کے کفن پر خون کے دھبے اس طرح جگمگا رہے تھے جیسے خنجر بکف جلاد اُس پر ٹوٹ پڑے ہوں۔ اس نے بند ہوتی ہوئی آواز میں کچھ کہنا چاہا تو اُس کے منہ سے خون نکل کر اُس کے ہونٹوں پر پھیل گیا، اُس نے سفید آستین سے پونچھ کر دوبارہ کچھ کہنے کی آرزو کی تو خون کی لکیریں اُس کی کفنی پر بہنے لگیں۔ اپنے ہی خون میں شرابور ساغر صدیقی اس ہنستے بستے شہر میں کئی دنوں تک مقتل کا نظارا بنا رہا، اُس وقت ملک کی سب سے بڑی ادبی تنظیم رائٹرز گلڈ کے انتخابات پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا تھا اور بہت سارے خوش حال ادیب اور شاعر رائٹرز گلڈ سے معذوروں کا وظیفہ بھی پا رہے تھی لیکن ساغر جس نے عمر بھر صلہ و ستائش سے بے نیاز ہو کر حُسن و پیار اور رحم کے گیت تراشے تھے، اپنے خون آلود کُرتے میں لپٹا تیسرے دن بے کسی کے ساتھ مر گیا تھا۔ اسے کس نے کفن پہنایا اور کون لوگ دفن کرنے قبرستان گئے۔ یہ شکستِ ساغر کی آخری گمشدہ کڑی ہے اور جس طرح کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اُس نے کس ماں کی گود میں آنکھ کھولی؟ کس باپ کی شفقت سے محروم ہوا؟ اور کس بھائی نے اُسے پیار سے پکارا اس طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ اُسے قبر میں اُتارنے والے کون تھے؟... اُس کی آخری آرام گاہ پر لگا ہوا ایک کتبہ پڑھ رہا ہوں۔ جس پر یہ الفاظ کندہ ہیں 'عاشق کو سجدہ کرنے کی مستی میں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اُس کی پگڑی کہاں گری ہے اور اُس کا سر محبوب کے قدموں پر

کس انداز سے گرتا ہے۔لیکن اُس کے کسی مداح نے اُس کے کتبے پر یہ الفاظ لکھوائے ہوئے ہیں۔ساغر کا قاتل یہ معاشرہ ہے'اور نیچے ساغر کا یہ شعر درج ہے۔

سُنا ہے اب تلک واں سونے والے چونک اُٹھتے ہیں
صدا دیتے ہوئے جن راستوں سے ہم گزر آئے

ساغر پر نقادوں نے بہت کم لکھا یا میری نظر سے نہیں گزرا البتہ محترمہ فرخندہ لودھی نے ساغر کا مقام یوں بیان کیا ہے''وہ اپنی بے گور لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے شہر کی گنجان سڑکوں پر پھرتا رہا۔چوراہوں پر مجمعے لگا تا رہا اور شعر وسخن کو پنجاب کی صوفیانہ روایت کے مطابق نبھا تا رہا۔شاہ حسین،بلھے شاہ،وارث شاہ اور میاں محمد بخش کے قلندرانہ مسلک کا پیرو شاعر ساغر صدیقی انہی حالوں موت سے ہمکنار ہوا جو ایسے بڑے شاعروں کا مقدر ہوتی ہے۔ان شاعروں اور ساغر صدیقی میں صرف زبان کا فرق ہے ورنہ وہ اسی روایت کو لے کر لاہور کے گلی کوچوں فٹ پاتھوں پر ڈیرہ لگا تا رہا جو پنجاب کے ان بڑے صوفی شعراء کی ریت تھی۔ساغر کی قبر پر کچھ عرصہ قبل حاضری دی۔

آج قبر کی حالت بہت بدل چکی ہے۔اب تو یہاں میلہ بھی لگتا ہے۔کیسا عجب ہے یہ سماج کہ اپنی زندگی میں سڑکوں پر ننگے پیر پھرنا والا یہ درویش جو اکثر خالی پیٹ سوتا تھا آج اسکی قبر پر لنگر تقسیم ہوتا ہے۔نہ جانے اسکے مہربان دوست اسکی زندگی میں کہاں تھے۔انہوں نے کیوں ساغر کو نشے سے نہ بچایا۔ساغر کے قتل میں وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔میں کافی دیر ساغر کی قبر سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ساغر ویسے بھی میرا محبوب شاعر ہے۔وہاں پر ایسا محسوس ہوا جیسے ساغر کی زندگی کی فلم آنکھوں کے سامنے چلنا شروع ہوگئی ہو۔

مگر ہم تو اب تلک نہ بدلے ہم نے کئی ساغر اسی طرح ماردیے۔آج اسکی قبر پر ٹائلیں ہیں مگر اس کا ساغر کو کیا فیض وہ تو تمام عمر فٹ پاتھ پر رُلتا رہا۔یہ سچ ہے کہ ساغر کا اپنی بربادی میں خود بھی بڑا ہاتھ ہے مگر اس کو اس حال تک پہچانے والے اس کے گرد پائے جانے والے درندے تھے جنہوں نے دوستی جیسے مقدس رشتے کو داغ دار کیا۔جنہوں نے ساغر کے کلام سے کمائے مال سے تا عمر عیش کی اور وہ آج بھی اسکی قبر پر فاتحہ تک پڑھنے کے روادار نہیں۔ساغر نے اپنے متعلق سچ کہا تھا۔

میں نے جن کے لیے راہوں میں بچھایا تھا لہو
ہم سے کہتے ہیں وہی عہد وفا یاد نہیں
زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

***

ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد

یہ آگ دردِ ہجر کی بجھی ہے کیا نہیں نہیں
کبھی بچھڑ کے دیکھ لو اگر تمہیں یقیں نہیں
گزرگہ خیال تھی غبار سے اَٹی ہوئی
کہاں رکھیں قدم یہاں کہ پاؤں میں زمیں نہیں
بکھر گئی ہے چار سُو وہ روشنی جمال کی
اگرچہ دور دور تک نظر میں مہ جبیں نہیں
کہاں گئیں وہ محفلیں کہ داستاں ہی رُک گئی
مکاں کھڑے ہیں منتظر، الاؤ ہے مکیں نہیں
تم آگئے ہو بزم میں تو آنسوؤں کو پونچھ لو
اُٹھائے ناز جس کے تم یہاں وہ نازنیں نہیں
یہ جسم و جاں جو ساتھ ہیں یہ ساتھ چھوڑ دیں گے کیا؟
کہاں کے ہم نشیں ہیں یہ مرے ہم نشیں نہیں
ترے نقاب میں صنم تری وہ آنکھ ہی تو ہے
مثال جس کی ہے کہاں تری قسم کہیں نہیں
اُٹھا رہا ہوں ناز جو تری ہر اک ادا پہ میں
کوئی تو ایسی بات ہے ترے سوا کہیں نہیں
یہ دین میرے غم کی ہے غموں سے ہو گیا فراغ
جواز اب تو درد کا مرا دلِ حزیں نہیں

پروفیسر عبدالصمد قریشی

روز ہوا یک نئی بات کا کیا کرنا ہے
ایک ہی پھول ہو بہتات کا کیا کرنا ہے
اپنے ہی خول میں بند خُود ہی سلگتے رہنا
روز و شب ایسے خرابات کا کیا کرنا ہے
اب جو ملنا ہے تو ملنا ہے ہمیشہ کے لیے
اب ادھوری سی ملاقات کا کیا کرنا ہے
جن میں لُٹ جائے کسی دل کی کمائی ساری
عشق میں ایسے بھی حالات کا کیا کرنا ہے
یہ جو ہر شام برستی ہیں کسی کی آنکھیں
ان کو اب موسم برسات کا کیا کرنا ہے
اب ترے بعد کہیں پھول کھلیں یا نہ کھلیں
اب ہوں جیسی بھی کرامات کا کیا کرنا ہے

علامہ اقبال اور حب الوطنی

ڈاکٹر احمد علی جوہر
جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

علامہ اقبال دنیا کے نابغہ روزگار شاعر ہیں۔ ان کا کلام شعری جمالیات کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی آواز ہے۔ اس عظیم المرتبت شاعر کی پیدائش بروز جمعہ، ۹/نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ علامہ اقبال کے مورث اعلی کشمیری برہمن تھے جو علم و دانش میں یگانہ عصر تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ نور محمد اور والدہ کا نام امام بی بی تھا۔ والدہ مذہبی اور خداترس خاتون تھیں اور والد غیر معمولی صوفی بزرگ تھے۔ اس طرح تصوف اور شریعت دونوں نے اقبال کی ابتدائی زندگی میں ان کی کردار سازی میں اہم رول ادا کیا تھا۔ علامہ اقبال نے ابتدائی تعلیم مولانا میر حسن صاحب کی درسگاہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد وہ اسکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں داخل کرائے گئے جہاں انھوں نے ایف۔ اے تک کی تعلیم مکمل کی۔ علامہ اقبال نے ۱۸۹۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن اور ۱۸۹۹ء میں ایم۔ اے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اس کالج میں پروفیسر تھامس آرنلڈ نے انھیں فلسفہ پڑھایا جن سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔ ایم۔ اے کے بعد کچھ دنوں تک علامہ اقبال نے اورینٹل کالج لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی اور فلسفہ کے شعبہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یورپ کے سفر پہ روانہ ہوئے۔ یورپ میں انھوں نے ٹرینٹی کالج سے فلسفہ کی ڈگری، کیمبرج یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ ٹرینٹی کالج میں علامہ اقبال کے استاد پروفیسر آرنلڈ، پروفیسر میکٹگرٹ، پروفیسر براؤن اور پروفیسر نکلسن تھے۔ ان اساتذہ نے انھیں کافی متاثر کیا۔ ۱۹۰۸ء میں علامہ اقبال اپنے وطن ہندوستان واپس آئے۔ ۱۹۳۴ء تک وہ وکالت سے منسلک رہے۔ ۱۹۲۳ء میں انگریز حکومت نے ان کو 'سر' کا خطاب عطا کیا۔ ۱۹۲۶ء میں وہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی نے انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ دنیا کے اس عظیم شاعر نے بروز جمعرات، ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنی زندگی کی آخری سانس لی۔ علامہ اقبال ایک بڑے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ سماجی مفکر و دانشور اور فلسفی تھے۔ ان کی فلسفیانہ اور سماجی شخصیت کی تعمیر میں اسلامی تاریخ و تہذیب اور مشرقی و مغربی علوم و فنون کے مطالعہ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ علامہ اقبال مشرق و مغرب دونوں سے متاثر تھے۔ مولانا جلال الدین رومی کی متصوفانہ شخصیت اور ان کی فکرونظر نے ان کے ذہن وقلب کو شدید طور پر متاثر کیا تھا۔ رومی کے علاوہ جن اسلامی مفکروں، درویشوں اور علماء وحکماء سے علامہ اقبال متاثر ہوئے تھے، ان میں بابا طاہر عریاں، محی الدین ابن عربی، ابن طفیل، فخر الدین رازی، امام غزالی، محمود و شستری، ابن خلدون، شاہ ولی اللہ، شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، قاضی ابوبکر باقلانی، علی پاشا، حلیم ثابت، ابن مسکویہ اور البیرونی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ علامہ اقبال کو اپنے ہم عصر مغربی فلسفیوں میں برگساں، ولیم جیمس، نطشے، گوئٹے، میکٹگرٹ، ہالڈن، شوپنہار، آئنسٹائن، وہائٹ ہیڈ اور برٹرنڈ رسل کے نظریات وتصورات نے بھی بے حد متاثر کیا تھا۔ علامہ اقبال کے سیاسی تصورات پر قدیم یونانی مفکرین اور جدید مغربی مفکرین علی الخصوص ارسطو، ہابس، لاک اور روسو کے اثرات کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کے سماجی تصورات کی رو ابن خلدون کے فکری دھاروں سے مل جاتی ہے۔ علامہ اقبال ایسے شاعر ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں بقول اقبال:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ... بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ اقبال کی شاعری کا دائرہ انتہائی وسیع ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ہر بزم وانجمن کو اپنی جانب متوجہ کیا اور بچے، بوڑھے، مرد وعورت، غرض ہر طبقے کو متاثر کیا۔ آج بھی ان کا کلام زبان زدِ خواص وعوام ہے۔ علامہ اقبال اعلیٰ اخلاقی قدروں اور انسانی عظمتوں کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کے گوناگوں پہلو ہیں۔ ان متنوع پہلوؤں میں ان کی شاعری کا ایک تابناک پہلو ان کی حب الوطنی ہے۔ علامہ اقبال ایک سچّے اور پکّے محبّ وطن شاعر تھے۔ وہ مذہبی رواداری کے پُرزور حامی اور ہندوستانی فلاسفروں اور سنتوں کے مدح خواں تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے شروعاتی دور میں چند بہت ہی متاثر کن اور جذبہ حب الوطنی سے بھرپور نظمیں لکھیں۔ ایسی نظموں میں ''ہمالہ''، ''ترانہ ہندی''، ''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت''، اور ''نیا شوالہ'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ نظم 'ہمالہ' میں شاعر علامہ اقبال نے ہندوستان کی قدیم تہذیب، اس کے دلفریب مناظر اور اس کی عظمت رفتہ کا گن گایا ہے اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں ... چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر

آسماں ''ترانہ ہندی'، علامہ اقبال کی وطن پرستانہ شاعری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس نظم سے مادرِ وطن سے ان کی شدید محبت کا بہت ہی پر تاثیر اظہار ہوتا ہے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

اس نظم میں علامہ اقبال نے مذہبی ہم آہنگی اور قومی اتحاد کا نغمہ یوں گایا ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

مہاتما گاندھی نے ایک خط میں ''ترانہ ہندی'' کی تعریف اس طرح کی تھی۔ ''جب ان (اقبال) کی مشہور نظم 'ہندوستاں ہمارا' پڑھی تو میرا دل بھر آیا اور بڑودا جیل میں تو سینکڑوں بار میں نے اس نظم کو گایا ہوگا۔ اس نظم کے الفاظ مجھے بہت ہی میٹھے لگے اور یہ خط لکھتا ہوں تب بھی وہ نظم میرے کانوں میں گونج رہی ہے''۔

ایک موقع پر مہاتما گاندھی نے ''ترانہ ہندی'' کی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان کا نمونہ قرار دیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ ''کون ایسا ہندوستانی دل ہے جو اقبالؔ کا 'ہندوستاں ہمارا' سن کر دھڑکنے نہیں لگتا اور اگر کوئی ایسا دل ہے تو میں اسے اس کی بدنصیبی سمجھوں گا۔ اقبالؔ کے اس ترانے کی زبان ہندی یا ہندوستانی ہے؟ یا اردو ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ہندوستان کی قومی زبان نہیں ہے''۔ ''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت' علامہ اقبال کی ایسی نظم ہے جس میں حب وطن کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے اس میں علامہ اقبال نے ملک کی وحدت اور یکجہتی کا گیت گایا ہے۔ چشتی نے جس میں میں پیغام حق سنایا۔

نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

اس نظم میں علامہ اقبال نے اپنے وطن ہندوستان کے اوصاف اور اس کی عظمت کو بڑے دلآویز انداز میں نمایاں کیا ہے۔ حب الوطنی کے حوالے سے ''نیا شوالہ' علامہ اقبال کی انتہائی معروف اور موثر نظم ہے جس میں حب وطن کے جذبہ کا اظہار بہت ہی پُر تاثیر انداز میں ہوا ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبال ہندوؤں اور مسلمانوں، دونوں کی آپسی رنجش اور مذہبی اختلافات کو تج کر، باہمی اتحاد و اتفاق اور یگانگت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

سچ کہہ دوں اے برہمن! گر تو بُرا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہوگئے پُرانے
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بُتوں سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے

دراصل جب ہندوستان کی آزادی کی تحریک چل رہی تھی تو انگریز ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا کر کے انھیں آپس میں لڑا رہے تھے۔ ہندوستانیوں کے یہ آپسی جھگڑے حصولِ آزادی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے تھے جس سے علامہ اقبال بے حد متردد تھے۔ اس دیر و حرم کے جھگڑوں سے تنگ آ کر علامہ اقبال ایک ایسے شوالے کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے جس میں دیر و حرم کا کوئی امتیاز باقی نہ ہو۔

تنگ آ کے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا، چھوڑے ترے فسانے
سونی پڑی ہوئی ہے مدّت سے دل کی بستی
آ، اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں

اس نظم میں علامہ اقبال وطن کی محبت میں اس درجہ سرشار نظر آتے ہیں کہ انہیں خاکِ وطن کا ہر ذرہ دیوتا نظر آتا ہے۔

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو، ہر ذرہ دیوتا ہے

اس نظم کا خلوص اور اس کا جوش آج بھی اردو زبان میں وطنی شاعری کا بلند ترین نقطہ ہے۔ اس نظم کے بارے میں پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں: ''شاعری کے اعتبار سے یہ نظم اقبالؔ کے دورِ وطن پرستی کا بہترین نمونہ ہے۔ شاعر نے وطن کی عظمت کا نقش دلوں پر قائم کرنے کے لیے اپنی تمام شاعرانہ قوتوں کو صرف کر دیا ہے۔ اکثر ناقدین اقبالؔ کا خیال ہے کہ ہندو مسلم اتحاد پر یہ اقبالؔ کی بہترین نظم ہے''۔

(ا) علامہ اقبال کے حب وطن کے شدید جذبہ کو ''بچوں کی دعا''، ''صدائے درد' اور ''تصویر درد'' جیسی نظموں میں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نظم ''بچوں کی دعا'' میں علامہ اقبال نے اپنے وطن ہندوستان کے سجنے سنورنے اور اس میں پھول کی طرح سے زندگی گزارنے کی تمنا کی ہے۔

ہو مرے دم سے یوں ہی مرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

نظم ''صدائے درد'' میں علامہ اقبال اپنے وطن عزیز میں رونما ہونے والے مسلسل فرقہ وارانہ اختلافات پر مضطرب و بے چین ہیں۔

جل رہا ہوں، کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے، اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے

نظم ''تصویرِ درد' دراصل وطن ہندوستان کے دردوغم کی تصویر ہے۔اس نظم میں وطن کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے عناصر جیسے ہندوستانی قوموں کے درمیان باہمی نفاق وآویزش، افتراق وانتشار، تنگ نظری وتنگ دلی اور بدگمانی کا تذکرہ بڑا ہی غمناک ہے۔اس نظم میں علامہ اقبال نے اپنے وقت میں وطن کی موجودہ صورت حال کی اندوہناک تصویر اس دردناک انداز میں پیش کی تھی۔

رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں! مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے ترا فسانہ سب فسانوں میں

اور حال کے آئینے میں مستقبل کے اندیشے کی پیشین گوئی اس طرح کی تھی۔

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ان دونوں نظموں کے ذریعے علامہ اقبال اہل وطن کوفرقہ پرستی، تعصب وتنگ نظری اور شقاوت وسنگ دلی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور قومی اتحاد اور باہمی محبت پر زور دیتے ہیں۔علامہ اقبال چاہتے ہیں کہ اہلِ وطن اپنی عظمتوں کے شناسا ہوں، فکر میں بلندی پیدا کریں، ذہنی پستی کے قعر سے نکلیں اور اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل ہوں۔علامہ اقبال کی یہ ابتدائی نظمیں حب الوطنی کے جذبہ سے لبریز ہیں۔مولانا صلاح الدین احمد علامہ اقبال کے ابتدائی دور کی شاعری کے تعلق سے رقم طراز ہیں: ''جب ہم اقبال کی ابتدائی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو قدرت اور عورت کے حسن کی پرستش کے بعد جو جذبہ سب سے پہلے نظر آتا ہے وہ وطن کی پرستش ہے''۔علامہ اقبال نے اپنی ان نظموں کے ذریعے جذبۂ حب الوطنی کو فروغ دیا جس سے آزادی کی قومی جدوجہد کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔علامہ اقبال نے کبھی وطن کی محبت کے جذبے کو فراموش نہیں کیا۔ان کے دورِ آخر کے کلام میں بھی حب الوطنی کا گہرا رنگ موجود ہے۔''جاوید نامہ'' ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے۔اس میں بھی جذبۂ حب الوطنی کا خوبصورت اظہار ملتا ہے۔اس نظم میں علامہ اقبال نے ہندوستانی سنت وشوامتر کو بڑے احترام سے یاد کیا ہے۔اس میں انھوں نے ہندوستان کی روح کا خوبصورت روپ بھی بیان کیا ہے لیکن اس کی غلامی پر آنسو بھی بہایا ہے۔اس نالہ وشیون علامہ اقبال کے قوت جگر کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ 'ضربِ کلیم' میں دو نظمیں ''گلہ'' اور ''شعاعِ امید'' ہیں۔دیکھئے ان میں وطن کی محبت کے لئے علامہ اقبال کا دل کس طرح دھڑک رہا ہے۔

معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بیچارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے
جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے، نہ مکیں ہے
چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو
جب تک نہ اٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب

'ارمغانِ حجاز' میں بھی وطن کی محبت اور اس کو آزاد دیکھنے کی خواہش کا اظہار موجود ہے۔

شبِ ہندی غلاماں را سحر نیست
بایں خاک آفتابے را گذر نیست

(ہندی غلاموں کی شب تاریک سحر آشنا نہیں ہے، گویا اس سرزمین پر آفتاب کا گذر ہی نہیں ہوتا۔وطن کی غلامی سے علامہ اقبال کس قدر نالاں ہیں، یہ شعر اسی باطنی کرب کی عکاسی کرتا ہے۔علامہ اقبال کو اپنے وطن سے اس قدر گہرا لگاؤ اور شدید محبت ہے کہ انھوں نے یہاں مقدس وبرگزیدہ ہستیوں کو بڑی عقیدت ومحبت سے یاد کیا ہے۔دیکھئے انھوں نے 'رام' کو کس جوشِ عقیدت سے یاد کیا ہے۔

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

گرونانک کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

ان کے علاوہ علامہ اقبال نے سوامی رام تیرتھ، شنکر آچاریہ، بھرتری ہری، شیو، گوتم بدھ اور عارفِ ہندی کا تذکرہ بڑے احترام اور عقیدت ومحبت سے کیا ہے جو علامہ اقبال کے وطن سے گہری محبت کی دلیل ہے۔معروف شاعر علی سردار جعفری علامہ اقبال کی حب الوطنی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اقبال کے یہاں حب الوطنی ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ان کی شاعری میں سامراج دشمنی کی لَے شعلہ نوائی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ہندوستان کی آزادی کا جذبہ خونِ بہار کی طرح ان کے اشعار میں رواں دواں ہے''۔(۲)

علامہ اقبال کے اشعار میں حب الوطنی کے جذبے کا اظہار بہت ہی خوبصورت اور موثر انداز میں ہوا ہے۔علامہ اقبال کے کلام میں حب الوطنی کا جذبہ جس طرح پایا جاتا ہے، اس معاملہ میں ہندوستان کے بہت ہی کم شاعران کے مقابل نظر آتے ہیں۔علامہ اقبال کا کلام آج بھی ہمیں انسانیت اور حب الوطنی کے مقدس جذبے کا درس دیتا ہے اور ہمارے جذبہ حب وطن کو تحریک دیتا ہے۔

(۱) پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرحِ بانگِ درا، ص:۳۱۹۔
(۲) علی سردار جعفری، اقبال شناسی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۶ء، ص:۱۱

****

انسانیت کا قتلِ عام

اعظم نوید کنیڈا

اس عالمگیر حقیقت سے کسی کو مفر نہیں کہ عہدِ حاضر کے انسان نے آج اپنے علم کے طُفیل ترقیات کی ایسی منزلیں سر کر لی ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس روز افزوں سبک رفتار ترقی کو دیکھ کر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آج سے سو سال پہلے کا کوئی بھی ذی شعور انسان اگر آج اس دنیا میں پلٹ کر آ جائے اور اس طلسماتی دنیا کو دیکھے تو وہ یقیناً غش کھا کر گر جائے گا اور ہوش واپس آنے پر بانگ دُہل پکار اُٹھے گا کہ یہ وُہ دنیا ہی نہیں ہے کہ جس میں وہ ایک عرصہ اپنی زندگی گزار کر گیا ہے۔کیونکہ یہ تو کوئی مافوق الفطرت دنیا ہے۔اس شخص کا یہ کہنا بجا طور پر درست لگتا ہے۔کیونکہ ہم سب اس بات کے شاہد ہیں کہ آج ہر شعبہ زندگی میں ترقی کا پہیہ اپنے عُروج کی سمت ہر لمحہ رواں دواں ہے۔ہمارا ایمان ہے کہ یہ ترقی یونہی جاری و ساری رہے گی۔کیونکہ یہ سب ترقی ربِ کائنات کے لفظ کُن کا ہی مظہر ہے۔آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں۔

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی۔مگر افسوس صد افسوس! آج کا انسان جوں جوں ترقی کی منازل طے کرتا جا رہا ہے۔اس کے برعکس انسانیت روبہ زوال ہے اور زوال پذیری کا یہ عمل بڑی سرعت کے ساتھ اپنی آخری حدوں کو چھوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔اس حقیقتِ حال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ عہدِ حاضر کے انسان کا اپنے علم کے بل بوتے پر آج ایک قدم زمین پر ہے تو دوسرا قدم چاند کی وسعتوں کو سر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔وہ گھر میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کی بدولت دنیا کے کناروں تک لمحوں میں رسائی رکھتا ہے اور سات سمندر پار بیٹھے اپنے عزیز و اقارب کی محفلوں کو اپنی قُربت کا احساس دلاتا دکھائی دیتا ہے۔دوریاں قربتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اور آج ہزاروں میل کے فاصلے سمٹ کر قدموں میں آ کھڑے ہوئے ہیں۔مگر اس کے برعکس اگر ہم اپنے ماحول کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو ہمیں ایسے ہزاروں گھرانے ملیں گے کہ جن کے کرتا دھرتا اپنے اہل و عیال کے ساتھ تو واجبی سا تعلق رکھتے ہوں گے مگر اپنے دوستوں کی محفلوں کو رونق بخشنا اپنا فرضِ عین سمجھتے ہوں گے۔اس کے برعکس اپنوں کے لئے وقت نکالنا ان کیلئے نادر ہوتا ہوگا۔بعض اوقات وہ اپنوں کی محفل میں بنفسِ نفیس تشریف فرما تو ہوں گے مگر درحقیقت ان کے ڈانڈے ہوا کے دوش پر سمارٹ فون کی بدولت نہ جانے کہاں ملے ہوئے ہوں گے۔ان میں سے ایسے بہت سے ہوں گے کہ جن کے والدین اپنی سگی اولاد کی دو پل کی قُربت کو اور دو پیار بھرے بول کو ترستی نظر آ رہی ہوگی۔ایسے والدین بے شک اپنی اولاد کا شکوہ برملا کسی کے پاس نہ بھی کریں لیکن ان کے والدین کی سوالی نظریں اور ان کے پپڑی جمے ہونٹ اپنی اداسی کی پتا ضرور پکار پکار کر دُھائی دے رہے ہوں گے۔

کوئی عام شخص ان کی اس اداسی کو بے شک نہ سمجھے مگر!
دیکھنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

میری نظر میں انسان کا لفظ دراصل اُنسانٌ سے نکلا ہی کیونکہ اُنسانٌ کا مطلب ہے(میری نظر میں)ایسا وجود جس میں دو اُنس (یعنی دو محبتیں) موجود ہوں۔ایک اللہ سے محبت یعنی حقوق اللہ اور دوسری اللہ کے بندوں سے محبت یعنی حقوق العباد۔

مگر عہدِ حاضر کے انسان کو دیکھ کر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آج اس میں انسانیت ناپید ہو چکی ہے۔وہ محبت اور حلم جو بحیثیتِ انسان اس کا طُرہ امتیاز ہونا چاہئے تھا اس سے کوسوں دُور ہو چکا ہے۔مادہ پرستی اس کا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے،مطلب پرستی اور نفس کی غلامی اس کا من بھاتا کھاجہ بن چکا ہے۔رَب ذوالجلال نے تو انسان کو اس دنیا میں اپنا خلیفہ(نائب) بنایا تھا۔مگر اس نے اشرف المخلوقات کے عظیم المرتبت درجے کو پامال کر کے اس کی دھجیاں اُڑا کے رکھ دی ہیں اور حیوانوں سے بھی ابتر ہو کر رہ گیا ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

ایک معصوم انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔

مگر عہدِ حاضر میں اکثر و بیشتر انسانوں کا دل خوفِ خدا سے عاری ہو چکا ہے۔اس کی عقل پر جہالت کا دور دورہ ہے۔اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ کر درندہ صفت لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بن چکا ہے۔قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔مسلمان ہو کر مذہب کے نام پر معصوم انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:جس شخص نے کسی دوسرے کو قصاص کے بغیر یا زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ کے علاوہ(کسی وجہ سے) قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا۔(سورہ المائدہ:۵:۲۳)

چند سکوں کی خاطر یا اپنا اُلو سیدھا کرنے کی خاطر پھول جیسے معصوم لوگوں کے جسم کے پرخچے اُڑانا اور بھولے بھالے انسانوں کی ہنستی بستی زندگی میں بُغض و عناد کا زہر گھول کر خوشیوں کے شادیانے بجانے والے انسان نما حیوانوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔بقول اعظم نوید:

ہے انسانیت سب مذاہب سے بالا نہ مارو کسی کو بھی حیوان ہو کر
دلوں سے ہی خوفِ خدا اُٹھ گیا کیا؟ ستم گر بنے ہو مسلمان ہو کر!

آج کا انسان درندگی میں اس قدر خونخوار ہو چکا ہے کہ دنیا میں جس سمت بھی نظر اُٹھتی ہے ظلم و بربریت کی الم ناک کہانیاں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں۔انسانوں میں جذبہ ترحم کا فقدان ہو چکا ہے۔آج جھوٹی اناؤں اور خود غرضیوں کا بے گور و کفن بُت اپنی تمام تر نحوستوں کے ساتھ انسانوں کو اپنے آہنی ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑتا

دکھائی دیتا ہے۔ بقول شاعر:

مُقید کردیا سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے
اب انسانوں کو انسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے

آج انسانیت سسکتی پھر رہی ہے اور درندگی اپنی تمام ترنحوستوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ لہلہاتی بستیاں ویرانوں میں اور جگمگاتے شہر قبرستانوں میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔ بارود کی بُو سے دم گھٹ رہا ہے۔ یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ آج کی دنیا بارود کے ڈھیر پر بس رہی ہے۔ آج انسانیت سسکتی پھر رہی ہے اور درندگی اپنی تمام ترنحوستوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ لہلہاتی بستیاں ویرانوں میں اور جگمگاتے شہر قبرستانوں میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔ یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ آج کی دنیا بارود کے ڈھیر پر بس رہی ہے۔ بقول عبیداللہ علیم:

میں یہ کس کے نام لکھوں جوالم گزر رہے ہیں
میرے شہر جل رہے ہیں میرے لوگ مر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پسِ خنجر آزمائی
ہمیں قتل ہو رہے ہیں، ہمیں قتل کر رہے ہیں

اس حقیقت سے انکار کرنا ہرگز ممکن نہیں کہ آج کے عہد میں جس قدر انسانیت کا قتلِ عام ہورہا ہے، آج سے قبل کبھی نہ تھا جتنی روبہ زوال ہے، آج سے قبل کبھی نہ تھی۔ آج انسان ہی انسان کے خون کا پیاسہ بن چکا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا جاتا رہا ہے۔ نظروں سے امن کا پنچھی نہ جانے کہاں کھو گیا ہے۔ اپنے تن کے سُکھ کی خاطر دوسرے کے گلشن کو برباد کرنا لوگوں کی عادتِ ثانیہ بن چکا ہے۔ اندھیر نگری چوپٹ راج کا دور دورہ ہے۔ اخوت و بھائی چارہ خیال وخواب ہوگیا ہے۔ کوئی کسی کا مِیت نہیں، کسی کو کسی سے سچی پریت نہیں۔ سب مطلب کے یارانے ہیں۔

انتخاب فریحہ نقوی

اِسے بھی چھوڑوں اُسے بھی چھوڑوں تمہیں سبھی سے ہی مسئلہ ہے؟
مری سمجھ سے تو بالاتر ہے یہ پیار ہے یا معاہدہ ہے
جو تو نہیں تھی تو اور بھی تھے جو تو نہ ہوگی تو اور ہوں گے
کسی کے دل کو جلا کے کہتے ہو میری جاں یہ محاورہ ہے
ہم آج قوسِ قزح کے مانند ایک دوجے پہ کھل رہے ہیں
مجھے تو پہلے سے لگ رہا تھا یہ آسمانوں کا سلسلہ ہے
وہ اپنے اپنے تمام ساتھی، تمام محبوب لے کے آئیں
وہ میرے ہاتھوں میں ہاتھ دے دے ہمیں بھی اذن مباہلہ ہے
ارے او جاؤ !! یوں سر نہ کھاؤ!! ہمارا اس سے مقابلہ کیا؟
وہ ذہین و فطین یارو نہ وہ حسین ہے نہ شاعرہ ہے

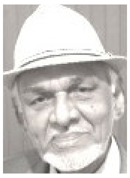

عبدالواسع آدم چغتائی صاحب

کامران احمد
ابن مکرم عبدالواسع صاحب آدم چغتائی

ہمارے پیارے اور معزز جماعت احمدیہ کے خادم، عبدالواسع آدم چغتائی صاحب، ۸۳ سال کی عمر میں، جبکہ وہ اپنے پیاروں کے درمیان تھے، نہایت افسوس کی خبر ہے کہ ۲۱ جولائی کو وفات پا گئے۔ آپ لمبی بیماری کے بعد دم توڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ چغتائی صاحب کی مختصر سوانح حیات ہے جو کہ آپ کی ابتدائی زندگی، آپکی فیملی، آپکی یو کے ہجرت، آپ کی کامیابی دونوں جماعتی نقطہ نظر سے اور ذاتی کارناموں پر مشتمل ہے یہ سب نہ ختم ہونے والی میراث ہے۔ وہ بے شک یہاں یو کے میں جماعت کے تمام ممبرز میں اچھی طرح جانے پہچانے جاتے تھے اور اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی اور تمام عہدوں، پس منظر اور ثقافت سے تعلق رکھنے والے ان کے دوست تھے۔ چغتائی صاحب کی زندگی بیان کرنے کے لئے بہت گھنٹے درکار ہوں گے۔ میں صرف آپ کے کچھ قابل ذکر حقائق پر روشنی ڈالوں گا جو کہ (اللہ کے فضل سے) چغتائی صاحب کا تعارف ہوگا۔

میرے ابو ۵ ۱۹۳ میں لاہور، پاکستان میں پیدا ہوئے جو ۱۴ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور ان کی فیملی کا آخری رہنے والا نشان تھے۔ آپ کا تعلق ایک بہت معزز اور نوبل خاندان سے تھا۔ آپ حکیم محمد حسین صاحب کے بیٹے اور میاں چراغ دین کے پوتے تھے ایسا بیٹا اور ایسا پوتا جس پر فخر کیا جائے۔ یہ دونوں ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ احمدیہ آرکائیو میں چغتائی صاحب کی اپنی قریبی فیملی کی بہت خوبصورت تصویر ہے جو حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوۃ والسلام کے برابر کھڑے ہیں۔

ان کو اپنے والد صاحب پر بہت فخر تھا جن کو کہ مرہم عیسیٰ کا ٹائیٹل دیا گیا جسکا مختصراً مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو کہ بالکل ویسی مرہم کی ریسرچ کر کے بنائی جس پر ہمیں یقین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زخموں کو بھرنے کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ میرے والد صاحب نے دیال سنگھ کالج لاہور سے گریجویٹ کیا لیکن اس دوران وہ سکاوٹ سرگرمیوں میں بھی شامل رہے جسکا ان کو بہت شوق تھا۔ وہ بہت جرأت مند، مضبوط جسم اور ایکٹو آدمی تھے۔ ان کو عزت ملی کہ ان کو سکاوٹ کا لیڈر بنایا گیا اور انہوں نے پاکستان اور کشمیر کے پہاڑی سلسلہ کے درمیان اپنے گروپ کے ساتھ بہت سی مہمات سرکروائیں۔ ہم میں سے بہت سے جانتے ہیں کہ وہ خدا داد قابلیت کے حامل اور ماہر انسان تھے۔ انکی آواز بہت خوبصورت منفرد تھی اور

انتہائی پراعتماد انسان تھے۔ پاکستان نے ان کو اپنے ملک کی نمائندگی میں شاہ ایران کے سامنے قومی ترانہ گانے کے لئے چنا جو کہ اس چھوٹی عمر میں بہت بڑی کامیابی اور اعزاز تھا۔ خدام کی حیثیت سے انہوں نے فوری طور پر نظموں پر غور کرنا شروع کیا اور جماعت کے بہترین فنکشنز اور اجتماعات پر پہچانے جاتے تھے۔ وہ اسلامی تاریخ میں نہایت قابل تھے اور قرآن پاک کا غور سے مطالعہ کیا جیسا کہ ان کا علم تھا ، ماشااللہ۔

مجھے یاد ہے چغتائی صاحب کا کہنا کہ انکو حقیقت میں ریڈیو پاکستان پر ایک پوزیشن کہ ان کو اپنی ملکوتی آواز میں گانے کے لئے پیشکش ہوئی لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ ایسا نہیں ہے کہ وہ احمدی ہونے کے ناطے آرامدہ طریق پر کر سکیں۔ 1962 میں میرے ابو نے اپنے بڑے بھائی محمد ادریس چغتائی کے پاس آنے کے لئے یو کے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں وہ برمنگھم میں رہائش پذیر ہوئے۔ مجھے یاد ہے چغتائی صاحب کا کہنا کہ انکی ناقابل یقین صحت اور جسمانی ساخت اور جمناسٹک سے محبت بھی، کی مناسبت سے ان کو ڈنمارک میں فزیکل ایجوکیشن کی ڈگری کے لئے پیشکش کی گئی جہاں انہوں نے رہنے کا ارادہ کیا مگر ان کا وہاں دل نہ لگا اور واپس لندن لوٹ آئے۔

چغتائی صاحب اپنا ناقابل یقین سفر کے متعلق اکثر بات کرتے تھے جو انہوں نے پاکستان سے یو کے تک بائی روڈ کیا تھا۔ جو انہوں نے پورے تین ماہ میں کیا۔ انہوں نے ایک ملک سے دوسرے ملک ایک چھوٹے گروپ کی صورت میں ایک ناقابل خستہ حال وین میں کیا۔ کیا لیکن الحمدللہ ثابت قدمی سے یو کے پہنچ گئے جبکہ یو کے میں سیٹل ہو رہے تھے اور مختلف قسم کے کام کر رہے تھے کے چند سالوں بعد برمنگھم میں آباد ہو گئے۔ جہاں انہیں اور ان کے بڑے بھائی کو مڈلینڈ کی جماعت قائم کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ بعد میں ان کی نسل اور دیگر لوگ بھی شامل ہو گئے۔ مڈلینڈ جماعت کے وہ میزبان بھی تھے۔ میرے ابو کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ جماعت کی میٹنگز حقیقت میں ہمارے گھر ہوتی تھیں اور ہمارا گھر نماز سینٹر بھی تھا انہیں اہم معزز شخصیات کی میزبانی کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ خاص طور سے چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب مرحوم جن کو کہ آپ میں سے بہت لوگ جانتے ہیں کہ وہ عالمی عدالت ہیز کے صدر تھے۔

ان کے بہت سے ناقابل یقین کردار تھے، بس کنڈکٹر، بس کے ڈرائیور، ماسٹر مکینک، ایک محاسب، ایک بنک ڈپٹی مینیجر اور آخر کار اپنے آخری دنوں میں ایک مشہور کمپنی کے ساتھ مالی کنسلٹنٹ رہے۔ جو بھی کام آپ نے کئے اپنے پورے دل و جان سے کئے اور ہمیشہ ٹاپ پرفارمر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ان کی فخر یہ کامیابی ہے کہ کمیونٹی کے اچھے جان پہچان والے ممبرز کیساتھ مل کر 70 کی دہائی میں ایشیئن آرٹس اور ثقافت کا برمنگھم میں تعارف کروایا۔ ان کو اس بات پر بھی فخر ہے کہ وہ پولیس اور عدالت کے پہلے سرکاری ترجمان اور ٹرانسلیٹر (Midland) مڈلینڈ میں تھے اور اعلیٰ سطحی کیسز میں اور قومی کیسز میں اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ شامل رہے۔

ان کی آواز کی خوبصورتی ہمیشہ قائم رہی اور جلسہ سالانہ کے کئی موقعوں پر ان کو یہ بڑا اعزاز حاصل تھا۔ آخری دن نظم پڑھتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور بے شک ہزاروں اور ہزاروں لوگوں کے سامنے نظم پڑھتے۔ وہ بین الاقوامی سطح پر جانے جاتے تھے۔ تقریباً ہر ماہانہ لوکل میٹنگ جو ہماری ہوتی تھی، خاص مواقع پر اور اسی طرح مسجد کے افتتاح پر بھی نظمیں پڑھنا جاری رہا۔

مجھے یاد ہے چغتائی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانے میں حضور نے ان کو اس نظم کے لئے جو وہ چاہتے تھے کہ چغتائی صاحب پڑھیں پر ڈسکس کرنے کے لئے بلایا۔ نظم پڑھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بہت خوش ہوئے اور میرے ابو جان سے پوچھا کہ کیا وہ پروفیشنل سنگر ہیں۔ مجھے یہ یاد ہے کہ چغتائی صاحب کو پیدرو آباد شامل ہونے کے لئے ۱۹۸۲ میں نامزد کیا گیا جب حضور کی خلافت کو چند ماہ ہوئے تھے۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے مسجد بشارت کا افتتاح کیا جہاں مختلف ملکوں سے 3000 لوگ شامل تھے۔ چغتائی صاحب بہت خوش قسمت تھے کہ انہوں نے اپنی نظم حضور اور تمام معزز مہمانوں جن میں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی شامل تھے کے سامنے پڑھی۔ اس موقع پر ان سب کی ایک ساتھ ایک بہت مشہور تصویر ہے جس پر چغتائی صاحب ہمیشہ فخر محسوس کرتے تھے۔ اپنی آخری جاب سے ریٹائر ہونے کے بعد چغتائی صاحب نے اپنی زندگی شاعری پر گزاری۔ اور جماعت میں اور جماعت سے باہر بھی ایک کلیدی شخصیت رہے۔ ان کا ایک کلیدی کردار اقبال اکیڈمی برمنگھم (بحیثیت سیکرٹری) میں رہا۔ جماعت سے باہر بین الاقوامی سطح پر شاعروں او معززین کے ساتھ سوشلائز کرنے میں اپنا وقت گزارتے۔ مجھے یاد ہے چغتائی صاحب نے 1985 میں جب وزیر اعظم محمد خان جینیجو برمنگھم آئے تھے۔ پاکستانی قومی ترانہ سیکنڈری سکول کی لڑکیوں کو پڑھنا سکھایا۔

اتنے فرق کے باوجود میرے ابو اپنے پاکستانی ورثہ پر ہمیشہ دل سے بہت فخر کرتے تھے۔ ان کی اپنی بہت گہری اور فلاسفیکل سوچ تھی اور 2 اردو شاعری کی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جو چھپ چکی ہیں۔ کتابوں کے نام ہیں ''نوائے آدم'' اور ان کی آخری کتاب ''جستجوئے جمال'' ہیں۔ وہ اپنی تیسری کتاب تیار کر رہے تھے اور چھپوا رہے تھے۔ شاعر کا دماغ شناخت سے دور ہے۔ چغتائی صاحب ہمیشہ قلم اور کاغذ اپنے ساتھ رکھتے تھے اگر کوئی رینڈم خیال آجاتا تو لکھ لیتے۔

چغتائی صاحب ریڈیو شو میں جاتے رہے اور اصل میں ٹی وی پر اور اخباروں میں بھی پہچانے جاتے تھے اور سوشل میڈیا پر بھی پائے جاتے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ وہ احمدیت کی تبلیغ کے لئے کیا کرتے تھے۔ جوان کا حتمی مقصد تھا۔ وہ ایک جرأت مند انسان تھے اور اپنی پہچان احمدی مسلمان کی حیثیت سے کروانے میں کبھی بھی نہ جھجکتے حالانکہ غیر احمدیوں کی تقریبات میں بھی حمد یہ نعتیہ کلام پڑھا کرتے تھے۔

انکے جماعت میں کافی سیکرٹریز کی حیثیت سے عہدہ جات تھے جیسا کہ تربیت سیکرٹری، خصوصاً امور خارجہ کے سیکرٹری کی حیثیت سے، جیسا کہ ان کے VIPs اور MP's، کمیونٹی لیڈرز اور تمام پس منظر، ثقافت اور مذہب کے معززین کے ساتھ بہت اچھے رابطے تھے۔ ان کو خلافت سے شدید محبت تھی اور باقاعدگی سے خلیفہ الرابعؒ سے ملتے اور خط لکھتے تھے اور ہمارے پیارے حضور اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بیحد لگاؤ تھا۔

الحمدللہ میرے ابو جان موصی تھے، وہ تہجد گذار اور دن میں پانچوں وقت کی نمازیں باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ انہوں نے اپنی بیماری کا مقابلہ بہت ہمت سے کیا۔ باوجود اس کے دلکش، کرشمہ ساز اور مقناطیسیت سے بھرپور شخص تھے اور ان کو اللہ پر مکمل یقین تھا۔ انہوں نے اپنے پیچھے اپنی لمبی عمر کی ساتھی، بیوی (مسز بشریٰ چغتائی، جو برمنگھم میں لجنہ کی پہلی صدر تھیں) دو بیٹے، کامران (سابق ریٹائرڈ برطانوی پولیس افسر، ۲۷ سال خدمت کی) اور ڈاکٹر جمیل (پی ایچ ڈی، کیمسٹری) اور دو بیٹیاں نورین اور ڈاکٹر شاہین (پی ایچ ڈی جینیٹک میں) ان کے 11 گرینڈ چلڈرن ہیں، جن سے وہ بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔

اللہ سبحان تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی ساری فیملی کو یہاں اور دنیا میں اس غمزدہ نقصان پر صبر جمیل عطا کرے۔ بہت اعلیٰ معززین اور میرے ابو اور جماعت کے طویل عرصہ تک کے دوست، مسٹر اور مسز تو قتی (Deputy Lord lieutenants to her majesty queen) جو چغتائی صاحب کو تقریباً 50 سال سے جانتے تھے جب سے وہ مغربی مڈلینڈ میں ایشئین آرٹ اور ثقافت کو ترغیب دینا اپنی خوشی سمجھتے تھے۔ وہ چغتائی صاحب کو بہت یاد کرتے ہیں اور ہمیشہ کہتے تھے کہ چغتائی صاحب کو ئین آنر کے لئے ڈیز رو کرتے ہیں کہ ایشئین آرٹس اور ثقافت کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف رکھا اور رکاوٹیں ختم کیں۔ انہوں نے سچ میں اپنے پیچھے ایک ناقابل قدر میراث چھوڑا اور جو کچھ انہوں نے اپنی زندگی میں پورا کیا، ان پر انتہائی فخر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

**

حقیقت میں!!

مشتاق احمد یوسفی

✓- ہر آدمی اتنا برا نہیں ہوتا جتنا اس کی بیوی اس کو سمجھتی ہے اور اتنا اچھا بھی نہیں ہوتا جتنا اس کی ماں اس کو سمجھتی ہے۔

✓- ہر عورت اتنی بری نہیں ہوتی جتنی پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کی فوٹو میں نظر آتی ہے اور اتنی اچھی بھی نہیں ہوتی جتنی فیس بک اور واٹس اَپ پر نظر آتی ہے۔

✓- آج کل صابن کے اشتہارت دیکھ کر سمجھ نہیں آتی کہ انہیں کھانا ہے یا ان سے نہانا ہے۔ دودھ، بادام اور انڈے سے بنا بس ذرا سا (LUX)

✓-شوگر کی بیماری اتنی بڑھ گئی ہے کہ لوگ میٹھا کھانا پینا تو کیا میٹھا بولنا بھی چھوڑ گئے ہیں۔

✓- اکثر میاں بیوی ایک دوسرے سے سچا پیار کرتے ہیں اور ''سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔

✓- اگر سبزہ سبزیاں کھانے سے وزن کم ہوتا تو ایک بھی بھینس موٹی نہ ہوتی۔

✓- بیشک دکھ، حالات اور بیوٹی پارلر انسان کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

✓- کچھ خواتین کو کچھ یاد رہے نہ رہے یہ ضرور یاد رہتا ہے کہ ہماری ایک پلیٹ اس کے ہاں گئی تھی ایک ڈش اس کے یہاں گئی تھی۔

✓-شکر ہے شوہر عام طور پر خوبصورت ہوتے ہیں ورنہ سوچیں اس مہنگائی میں دو لوگوں کا بیوٹی پارلر کا خرچہ کتنا بھاری پڑتا۔

✓-لوگ پتہ نہیں کیسے پرفیکٹ لائف گزار لیتے ہیں ہمارے تو ناشتے میں کبھی پراٹھا پہلے ختم ہو جاتا ہے اور کبھی انڈا۔

✓-ہم پاکستانی واحد قوم ہیں جو کہتے ہیں بھائی ایک ٹھنڈی Cold Drink تو دینا۔

✓- ایک نئی تحقیق کے مطابق، سکون صرف اس گھر میں ہوتا ہے جہاں ایک سے زیادہ چارجر موجود ہوں۔

✓- جو بیوی اپنے شوہر کی ساری غلطیاں معاف کر دیتی ہے وہ بیوی صرف ڈرامے کی آخری قسط میں پائی جاتی ہے۔

✓-اچھی بیوی وہ ہوتی ہے جو غلطی کر کے شوہر کو معاف کر دیتی ہے۔

✓- آج کل کے چھوٹے بچوں کو کوئی بھی کام کہو تو آگے سے کہتے ہیں'' پھر

موبائیل دو گے نا؟''

✓- پاکستان میں گھی کے ڈبے سے کار تو نکل سکتی ہے پر اصلی گھی نہیں۔

✓- ایمبولنس ہو یا بارات دونوں کو جلدی راستہ دے دینا چاہئے کیونکہ دونوں ہی زندگی کی جنگ لڑنے جا رہے ہوتے ہیں۔

✓- صرف ننانوے فیصد پھوپھیوں کی وجہ سے ساری پھوپھو بدنام ہیں۔

✓- ادھیڑ عمری میں عشق ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں پرانی گیند ہی ریورس سوئنگ کرتی ہے۔

✓- کتنی عجیب دنیا ہے، جہاں عورتیں دوسری عورتوں کی شکایت کرتے نہیں تھکتیں جبکہ مرد دوسری عورتوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ مرد واقعی عظیم ہیں۔

✓- پرانے زمانے میں جب کوئی اکیلا بیٹھ کر ہنستا تھا، تو لوگ کہتے تھے کہ اس پر کوئی بھوت پریت کا سایہ ہے اور آج کوئی اکیلے میں بیٹھ کر ہنستا ہے تو کہتے ہیں مجھے بھی SEND کرو۔

ر۔م۔ رامش جرمنی

جو دوست بن کے مجھے زخم سونپتا رہا ہے
مگر یہ دل کہ اُسے اپنا مانتا رہا ہے
کچھ اس طرح سے کی اس نے مری مسیحائی
میں زخم کھاتا رہا اور وہ دیکھتا رہا ہے
وہ دوست تھا یا عدو کچھ سمجھ نہیں پایا
جو اپنا بن کے جڑیں میری کاٹتا رہا ہے
بڑے کمال سے جس نے اِسے تباہ کیا
تمام عمر یہ دل اس کو پوجتا رہا ہے
کسی کو اس کی کمی ہی نہیں ہوئی محسوس
جو ایک شخص یہاں پیار بانٹتا رہا ہے
ہمارے دل کی کتھا اس تلک بھی جا پہنچی
کوئی تو تھا جو دراڑوں سے جھانکتا رہا ہے
اسے یقین دلانا ہے مسئلہ رامش
خدا سے کوئی فقط اس کو مانگتا رہا ہے

SARMAD GLOBAL

CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

SAAMS FUNCTION HALL

Catering & Event Management

Services Available

- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking

We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

TRANSLATIONS

ENGLISH - URDU

ATA TAHIR

DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

SHARIF

JEWELLERS

SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
☎ +44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
☎ +92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

HEATING LTD.

24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے
تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس
اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم / سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع / ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوورسٹیرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق / ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات / لیگیسی کیس
- ٹرائیبونل اپیل
- ہائی / کورٹ آف اپیل
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دا براڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE